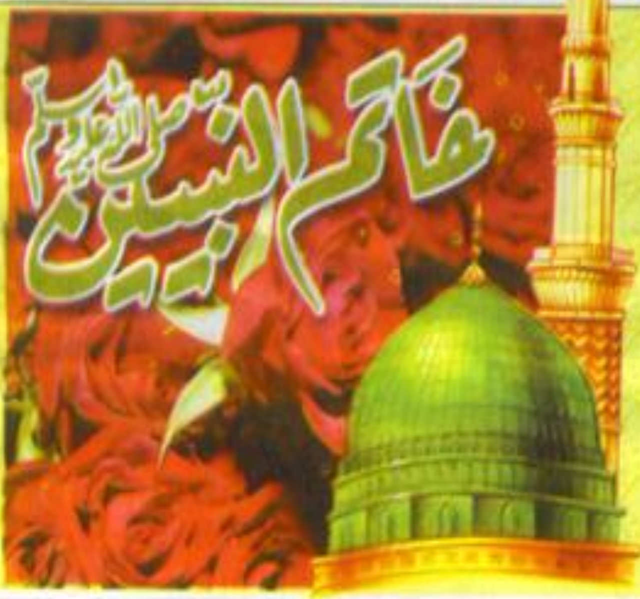

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۰ | ۷ تا ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اگست ۲۰۱۱ء | شمارہ: ۳۰

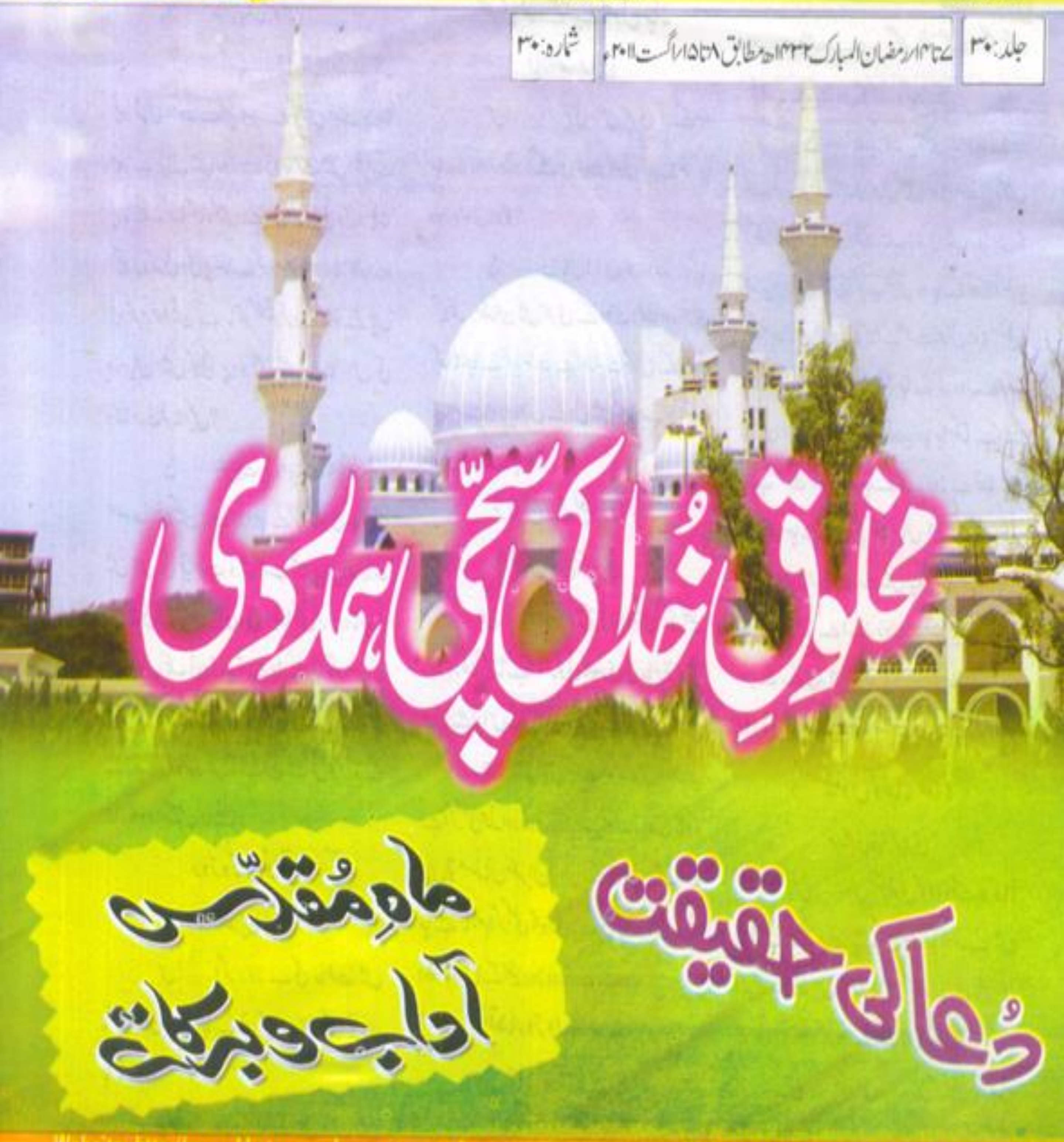

مخلوقِ خدا کی سچّی ہمدردی

دُعا کی حقیقت

ماہِ مقدّس آداب و برکات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

روزہ میں انٹرنیٹ پر چیٹنگ

عامر جان' کوئٹہ

س:...... آپ کے کالم میں روزے میں غیر شرعی امور سے پرہیز سے متعلق مسئلہ پڑھا' میرے خیال میں روزے کی حالت میں انٹرنیٹ پر چیٹنگ کرنا گناہ نہیں ہے' اسی طرح ٹی وی دیکھنا' کیوں کہ ٹی وی پر علمائے کرام اور مولانا حضرات غیر محرم خواتین کے ساتھ گفتگو کر رہے ہوتے ہیں' درمیان میں کوئی پردہ بھی نہیں ہوتا' اس کی وضاحت فرمائیں؟

ج:...... انٹرنیٹ پر واہیات چیٹنگ اور خصوصاً خواتین سے' حرام ہے' روزہ کی حالت میں اس کی قباحت و شناعت کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ اسی طرح ٹی وی دیکھنا بھی حرام و ناجائز ہے' جہاں تک ٹی وی پر آنے والے علماء کرام کے طرز عمل کا تعلق ہے' وہ ان کا ذاتی فعل ہے' اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں' آپ ان کے عمل کو گناہ کے جواز کا ذریعہ نہیں بنا سکتے۔

روزہ نہیں ٹوٹتا

سعاد الدین' کوئٹہ

س:...... اگر روزے کی حالت میں ناک میں پانی جائے تو کیا روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:...... روزہ کی حالت میں ناک میں پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' فتویٰ اسی پر ہے۔

سحری کر کے نیت بھول جانا

ایاز احمد' کراچی

س:...... اگر کوئی شخص سحری کر کے سو جائے اور روزہ رکھنے کی نیت بھول جائے تو کیا روزہ قبول ہوگا؟

ج:...... جی ہاں! اس کا روزہ ہوگیا' کیونکہ رمضان میں سحری کے وقت اٹھنا اور سحری کھانا بجائے خود سنت ہے' اور نیت تو دل کے ارادہ کا نام ہے اور وہ اس کے دل میں تھی جب ہی تو وہ سحری کے لئے جاگا۔

تراویح کے بغیر روزہ

نعمان خان' کراچی

س:...... نماز تراویح کی ادائیگی کے بغیر روزہ رکھنا کیسا ہے؟ اگر کوئی مجبوری کی بنا پر تراویح نہ پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... تراویح سنت موکدہ علی الکفایہ ہے' اگر کسی محلہ اور علاقہ کے سب لوگ تراویح چھوڑ دیں تو مسلمان حکمران کو ان کے خلاف جنگ کرنا چاہئے' تاہم اگر کبھی مجبوری سے کسی کی تراویح رہ گئی ہو تو تراویح کے بغیر روزہ درست ہے۔

قضا روزوں کا فدیہ

آمنہ شکور' کراچی

س:...... رمضان کے مہینے میں بیماری کی وجہ سے چند روزے رہ گئے تھے' صحت ابھی تک خراب ہے' روزوں کا کفارہ کیا ہے؟

ج:...... جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب مرنے تک صحت بحال نہیں ہوگی اور روزہ نہیں رکھ سکوں گی' اس وقت تک زندگی میں روزوں کا فدیہ دینا صحیح نہیں' اگر یہ یقین ہو جائے اور ڈاکٹر یا حکیم حاذق بتلادے کہ اب صحت بحال ہونا مشکل ہے یا عمر کی اس حد کو پہنچ جائے کہ روزے رکھنا ناممکن ہوں تو زندگی میں فدیہ دیا جا سکتا ہے' ورنہ جب صحت بحال ہو جائے تب روزے قضا کئے جائیں چاہے اس پر کتنا سال ہی کیوں نہ لگ جائیں' البتہ ایسی صورت میں یہ وصیت لکھ کر رکھ لی جائے کہ میرے اتنے روزے قضا ہیں' میرے مرنے کے بعد ان کا فدیہ دے دیا جائے۔ ایک روزہ کا اتنا فدیہ ہے جتنا صدقہ فطر ہوتا ہے۔

مسکینوں کو کھانا کھلانا

مریم بی بی' کراچی

س:...... دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے کے برابر پیسے کسی جگہ یا ادارے میں دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کفارے کی رقم کسی خیراتی ہسپتال میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... اگر اس ادارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو تو ایسا کرنا صحیح ہے۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۰ ۷تا۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ مطابق ۸تا۱۵ر اگست ۲۰۱۱ء شمارہ:۳۰

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مخلوقِ خدا کی سچی ہمدردی...	۵	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
ماہِ مقدس کے آداب و برکات	۷	مفتی عبدالستار رحمہ اللہ
خاتم النبیین ﷺ	۱۱	مفتی عنایت الرحمن علوی
روزے میں کوتاہیاں اور ان کا تدارک	۱۴	مولانا محمد یوسف لدھیانوی
دعا کی حقیقت اور مصائب سے نجات	۱۶	مولانا حذیفہ غلام محمد
آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ	۲۰	لطیف پریشان
مسئلہ ختم نبوت	۲۲	احمد الدین صادق
مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض جھوٹے دعاوی	۲۴	مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
مصارفِ زکوٰۃ	۲۶	مفتی عبدالقیوم دین پوری

زرِ تعاون بیرونِ ملک
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۵ ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیبِ پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہدِ اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتحِ قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہدِ ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمانِ ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہیدِ ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہیدِ ناموسِ رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

دو نعمتوں میں دھوکا

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں: صحت اور فراغت۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آنے والے ہر عاقل و بالغ کو ایک تاجر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، گویا دنیا ایک تجارتی منڈی ہے، آدمی کی عمرِ عزیز اس کا راس المال ہے اور جس سامان کو وہ بھر رہا ہے وہ اس کے اعمال ہیں۔

اہلِ عقل کسی تجارت میں سرمایہ لگاتے ہیں تو نفع کی اُمید پر ہی لگاتے ہیں، اور کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اپنے راس المال کو خسارے کی سرمایہ کاری میں ڈبونا نہیں چاہتا کہ نفع کے بجائے اصل سرمایہ ہی غارت ہوکر رہ جائے۔

تجارت سے نفع کمانے کے لئے تاجر کو چند چیزوں کا اہتمام کرنا ہوتا ہے، اوّل یہ کہ وہ اچھی طرح غور کرلے کہ میں جس چیز میں سرمایہ کاری کر رہا ہوں وہ منافع کی ہے یا خسارے کی؟ دوم یہ کہ جس شخص سے معاملہ کرے اس کے بارے میں اطمینان کرلے کہ وہ لائقِ اعتماد بھی ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ کاروبار نہایت دیانت، اُصول پسندی اور محنت و استقلال کے ساتھ کرے، چوتھے یہ کہ اپنے قیمتی سرمایہ کو فضول خرچی اور تعیش پسندی میں برباد نہ کرے، ورنہ کچھ ہی عرصے میں اس کا اصل سرمایہ اُڑ جائے گا اور اس کی تجارت ناکام ہوجائے گی۔

ان اُمور کو سامنے رکھ کر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی پر غور فرمایئے، یہ دنیا ایک منڈی ہے، یہاں سے اعمال کا مال بھر کر آپ کو وہاں (آخرت میں) لے جانا ہے، اور وطن سے آپ عمرِ عزیز کا ایک محدود سرمایہ لے کر آئے ہیں، اور یہ نقدی اتنی قیمتی اور انمول ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے، یعنی دنیا کی ساری دولت اور روس، چین اور امریکہ و برطانیہ کے سارے خزانے ایک آدمی کے ایک سانس کی قیمت نہیں، لیکن افسوس ہے کہ اس انمول جوہر میں سب سے بڑا اور لاعلاج نقص یہ ہے کہ اس کو بقا و قرار نہیں، یہ دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی طرح پگھلتا رہتا ہے اس کی مثال پانی کی اس ٹنکی کی ہے جس میں ذرا سا سوراخ ہو اور پانی مسلسل اس سے ٹپک رہا ہے، گویا اس سرمایہ کی خصوصیت یہ ہے کہ تم اسے خرچ کرو یا نہ کرو، یہ خود بخود خرچ ہوتا رہے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں صوفیہ کے پاس بیٹھا ہوں اور ان کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا ہے، جو سب سے قیمتی بات میں نے ان سے حاصل کی، وہ یہ ہے کہ "وقت ایک تلوار ہے، اگر تم اس کو نہیں کاٹو گے تو یہ تمہیں کاٹ دے گا۔" بہرحال آدمی کا یہ قیمتی سرمایہ جو بدقسمتی سے زوال پذیر بھی ہے اگر کسی ایسی چیز میں لگ رہا ہے جو اس سے قیمتی ہے تب تو اس کی تجارت نفع کی ہوئی اور اگر اس نے اس سرمایہ کو کسی گھٹیا چیز پر خرچ کردیا تو معلوم ہوگا کہ اس شخص کو تجارت کا سلیقہ نہیں آتا، ورنہ یہ خسارے کی سرمایہ کاری نہ کرتا۔ اسی طرح اگر اس نے اس سرمایہ سے کام بھی نہ لیا اور وہ برف کی طرح پگھل پگھل کر ضائع ہوگیا تب یہ شخص احمق متصور ہوگا، اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں یوں ارشاد فرما رہے ہیں کہ صحت و فراغت دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں۔ یعنی عمر کا سرمایہ آخرت کی تجارت میں لگانے کے لئے صحت اور فراغت درکار ہے، اوّل تو یہ دونوں چیزیں بیک وقت بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہیں، ایک آدمی صحت مند ہے مگر اس کو دھندے سے فرصت نہیں، ایک کو فرصت ہے مگر صحت نصیب دشمناں ہے۔

اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہے اور بقدرِ ضرورت معاش بھی اسے حاصل ہے تو اسے ان نعمتوں کی قدر نہیں، وہ انہیں یا تو دنیا کا کوڑا جمع کرنے میں ضائع کر رہا ہے یا گپ شپ، سیر و تفریح اور لغو و لایعنی چیزوں میں برباد کر رہا ہے، آج اس کو کچھ احساس نہیں کہ اس کا کتنا بڑا خزانہ خود اس کے اپنے ہاتھوں لٹ رہا ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اہلِ جنت کو کوئی حسرت نہیں ہوگی، صرف ایک حسرت

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

انہیں بھی رہے گی کہ انہوں نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ بے مقصد کیوں ضائع کردیا؟ ایک روایت میں ہے کہ انسانی عمر کے لمحات قیامت کے دن ڈبیوں کی شکل میں آدمی کے سامنے پیش ہوں گے، جس ڈبیہ سے نیک عمل نکلے گا اس پر اسے بے حد خوشی ہوگی، جس ڈبیہ سے بُرا عمل نکلے گا اس پر اسے نہایت ندامت اور شرمساری ہوگی، اور جو ڈبیہ ضائع نکلے گی اس پر اسے حسرت و پشیمانی ہوگی۔

اور بعض لوگ اس گوہرِ بے بہا کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے پاس سونے چاندی، ہیرے اور جواہرات کا ذخیرہ ہو اور وہ اس کو سانپوں، بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں کے جمع کرنے پر خرچ کرے، الغرض جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنی عمر کو اس سے زیادہ قیمتی چیز پر خرچ کر رہے ہیں وہ تو نفع میں ہیں، ان کے علاوہ وہ سارے لوگ خسارے میں ہیں جن کی صحت و فراغت اور زندگی کی تمام صلاحیت یا تو رائیگاں جارہی ہے یا دنیا کا پاخانہ جمع کرنے پر خرچ ہو رہی ہے، یا گناہوں کے سانپ اور بچھو سمیٹنے میں لگ رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحت و فراغت کو نعمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں، ورنہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اس نعمت کی ناشکری کے مرتکب ہیں، ان کو یہ نعمتیں بغیر کسی محنت کے مفت مل گئی ہیں اس لئے انہیں آج ان کی کوئی قدر نہیں، ان کی قدر کل ہوگی جب یہ دولت ان سے چھن جائے گی اور وہ خالی ہاتھ بیک بینی و دو گوش اس محفل سے اُٹھا دیئے جائیں گے۔

ایک جوہری جو اپنے جوہر کی قدر و قیمت سے شناسا ہو، اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے کباڑیوں کی دکان پر نہیں جایا کرتا، نہ وہ بھنگیوں کے محلے میں اس کی قیمت لگاتا ہے، وہ کسی قدر شناس بادشاہ کی بارگاہ کا رُخ کیا کرتا ہے جو اس انمول موتی کی قیمت بھی پوری پوری ادا کردے اور گوہر کے باب عالی میں پیش کرنے پر انعام و خلعت سے بھی نوازے۔ ☆☆☆

اداریہ

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

مخلوقِ خدا کی سچی ہمدردی

اور زکوٰۃ ادا کرنے کے آداب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ”احکام شرع میں سے جو چیز فرض سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سیکھنا بھی فرض ہے اور جو چیز واجبات میں سے ہے، اس کا سیکھنا بھی واجب ہے۔“ علیٰ ہذا القیاس۔

کتنے ہمارے مسلمان بھائی مرد و عورت ایسے ہیں جنہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ زکوٰۃ کن چیزوں پر آتی ہے؟ کب زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ اور زکوٰۃ کا مصرف یعنی جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، وہ مستحق لوگ کون ہیں؟ علماء کرام نے وضاحت کی ہے کہ: ”سونا: جب کہ ساڑھے سات تولہ (۸۷.۴۷۹ گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔ چاندی: جب کہ ساڑھے باون تولہ (۶۱۲.۳۵ گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔ روپیہ، پیسہ اور مال تجارت جب کہ اس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو۔ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا سونا ہے، کچھ چاندی ہے، کچھ نقد روپے ہیں، کچھ مال تجارت ہے اور ان کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح اگر کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے یا کچھ سونا ہے، کچھ نقد روپیہ، یا کچھ چاندی ہے، کچھ مال تجارت ہے، تب ان کو ملا کر دیکھا جائے گا کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت بنتی ہے یا نہیں؟ اگر بنتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے، ورنہ نہیں۔

الغرض سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت میں سے جن دو چیزوں کی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال گزر چکا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یاد رہے کہ سال گزرنے کی شرط پہلی بار صاحب نصاب بننے کے لئے ہے، اگر ایک شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے اور درمیان سال میں اس کے مال میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تو جب پہلی رقم پر سال پورا ہو جائے تو پوری رقم جو درمیان سال میں حاصل ہوئی، اس کی زکوٰۃ بھی لازم ہو جاتی ہے، ہر ایک رقم کے لئے الگ الگ حساب نہیں کیا جاتا۔

اپنے ماں، باپ اور اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اسی طرح شوہر بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، جو لوگ خود صاحب نصاب ہوں، ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو زکوٰۃ دینے کا حکم نہیں، بلکہ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد غیر زکوٰۃ سے لازم ہے۔ اپنے بھائی، بہن، چچا، بھتیجے، ماموں، بھانجے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مسجد، مدرسہ، ہسپتال کی تعمیر، ہسپتال کی مشینری اور گاڑی وغیرہ کی خرید بھی براہ راست زکوٰۃ کے مال سے جائز نہیں۔ ہمارے بعض بھائی زکوٰۃ اپنی کمیونٹی، جماعت اور تنظیم وغیرہ میں جمع کراتے ہیں اور ان کے اکاؤنٹ میں لاکھوں اور کروڑوں کی شکل میں سالوں کی زکوٰۃ پڑی رہتی ہے۔ یاد رہے جب تک زکوٰۃ اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہوگی، اس وقت تک زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

پاکستان میں کہنے کو کتنے خیراتی و امدادی ادارے اور این جی اوز ہیں جو اپنے تئیں غریبوں کی مدد، تعاون اور ان کی غربت و فقر دور کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کے دعوے اور نعرے لگاتی ہیں، لیکن معاملہ یہ ہے کہ صحیح اور مستحقین تک صحیح معنوں میں ان کا حق نہیں پہنچ پاتا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگ اور ادارے اپنے مفادات کے تحت کام کرتے ہیں اور یہ لوگ سال میں ایک دو بار کسی غریب، بیوہ یا مسکین کی مدد کرتے ہوئے الیکٹرونک یا پرنٹ میڈیا پر نظر آتے ہیں اور اس کے بعد چھٹی۔

سچ یہ ہے کہ دلوں کے مندروں میں خود غرضی اور مفاد پرستی کی مورتیاں براجمان ہیں، جن کی ہم پوجا کرتے ہیں یعنی ہمارے دل ودماغ اور فکر وسوچ میں غرباء سے ہمدردی کے سچے جذبات موجزن نہیں ہوتے، اسی طرح ہماری نیت میں سچائی اور اخلاص نہیں ہوتا، بلکہ مقصود اپنے ادارے کی شہرت اور اہل خیر حضرات کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ دیکھئے! ہم کتنا فلاحی اور خدمت خلق کا کام کررہے ہیں، حالانکہ ہم لوگ اگر اخلاص، ایمان داری، دیانت داری اور ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہوکر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کریں تو جہاں ان غریب، غرباء، فقراء، مساکین، یتیموں اور مقروضوں کا بھلا ہوگا، وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس کے اجر وثواب سے بھی نوازا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''الخلق عیال اللّٰہ، فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ۔''

ترجمہ: ''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ (زیر کفالت) ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبے کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے۔''

برکۃ العصر مخدوم العالم قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے حضرت امام غزالی قدس سرہ کی احیاء العلوم کے حوالے سے فضائل صدقات میں تفصیل سے زکوٰۃ کے آداب کو ذکر کیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں:

''۱:...زکوٰۃ کی ادائیگی میں جلدی کرے، اس میں اللہ تعالیٰ کے امتثال حکم (حکم پورا کرنے) میں رغبت وشوق کا اظہار ہے۔ فقراء کے دلوں میں مسرت وخوشی کا ذریعہ ہے، دیر کرنے میں اپنے مال پر کسی قسم کی بیماری و آفت آجانے کا بھی احتمال ہے۔ جن علمائے امت کے نزدیک بلا تاخیر ادائیگی ضروری ہے، ان کے نزدیک تاخیر گناہ مستقل ہے۔

۲:...زکوٰۃ کی ادائیگی مخفی طریقہ پر کی جائے، تاکہ دکھلاوے وغیرہ سے امن رہے اور لینے والے کی پردہ پوشی رہے، فقیر ومحتاج ذلت سے بچے بلا کسی شرعی وجہ سے مخفی ہی دینا افضل ہے۔

۳:...اگر کوئی دینی مصلحت (ترغیب یا اپنے کو تہمت سے محفوظ رکھنا) ہو تو اظہار بقدر ضرورت ایک یا دو حسب حال چند اشخاص کے سامنے کردیا جائے۔

۴:...زکوٰۃ مستحق کو دے کر نہ احسان جتلایا جائے اور نہ ہی ایذا وتکلیف دے کر فریضہ کو برباد کیا جائے۔

۵:...اپنے عمل وصدقہ کو حقیر جانے اور اپنے پر اللہ کا فضل سمجھے کہ اس نے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق دی۔

۶:...زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد اللہ جل شانہ سے قبولیت کی دعا کرے۔

۷:...اللہ کی راہ میں صدقہ بالخصوص زکوٰۃ کی ادائیگی میں جو اسلام کا اہم فریضہ ہے، خود سے عمدہ مال خوش دلی سے ادا کیا جائے۔ اللہ کریم خود پاکیزہ ہیں اور پاکیزہ، عمدہ وطیب مال قبول فرماتے ہیں۔

۸:...اپنے مال زکوٰۃ وصدقات کو ایسے مواقع ومصارف پر خرچ کرے، جس سے اجر وثواب میں زیادتی ہو۔

۹:...متقی، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے کاموں میں مصروف لوگوں کو دے۔

۱۰:...اہل علم پر خرچ کرے کہ فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ اشاعت علم اور اہل علم کی اعانت کا ذریعہ ہوگا۔

۱۱:...جن کو صدقہ وزکوٰۃ دی جائے، وہ اپنی حاجات وضروریات کا اخفاء کرنے والا ہو، قلت معاش، آمدنی کا لوگوں سے تذکرہ نہ کرتا ہو، لوگوں سے چمٹ کر نہ مانگتا ہو، یعنی سفید پوش ہو۔

۱۲:...عیال دار ہو، کسی بیماری ومصیبت میں مبتلا ہو کہ خود کما نہیں سکتا۔

۱۳:...مستحق رشتہ دار کو بھی دے کہ ادائیگی فریضہ (زکوٰۃ) صدقہ کے ساتھ صلہ رحمی کا بھی اجر وثواب شامل ہوتا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تمام فرائض کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں اور رمضان المبارک میں کی جانے والی تمام عبادات کو قبول فرماکر آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین بحرمۃ النبی الامی الکریم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ماہ مقدس کے آداب و برکات

مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو حق تعالیٰ جل شانہ کے انعامات اور اس کی رحمتوں کی بارش ہر وقت ہی جاری رہتی ہے، اگر ایک دم کے لئے بھی یہ سلسلۂ انعام و رحمت اور تربیت منقطع ہوجائے تو کائنات کی بقاء مشکل ہوجائے۔ خزانۂ غیب سے ہر وقت زندگی کی لہریں پھوٹ پھوٹ کر کائنات کے ذرے ذرے میں سرایت کررہی ہیں۔ اس عمومی رحمت و تربیت کے علاوہ انسانوں کو اپنی خاص رحمت کی طرف کھینچنے کے لئے بھی حق جل شانہ کی طرف سے خاص اوقات میں مخصوص مراحم خسروانہ اور تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور انسانوں کو جھنجھوڑ کر متوجہ کیا جاتا ہے کہ ان رحمتوں اور تجلیات سے استفادہ کیا جائے۔ چنانچہ نماز کے اوقات اور آخر شب میں، شعبان المبارک کے پورے مہینے میں حق جل شانہ کے لطف و کرم، جود و سخا، انعام و عطاء مغفرت و رحمت کی بارشیں خوب زور سے برستی ہیں اور انسان کے ظاہر و باطن، اعمال و اخلاق کو سیراب کرتی ہیں۔ دنوں میں یوم عرفہ اور یوم جمعہ کو، راتوں میں لیلۃ القدر کو مہینوں میں رمضان المبارک کو فضیلت عنایت فرمائی۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ: ''آخر شب میں ہر رات آسمان دنیا پر حق جل شانہ کی خصوصی تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور شاہی اعلان کرایا جاتا ہے کہ'' ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اسے پروانۂ مغفرت عطا کروں، ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اس کے لئے رزق کے دروازے کھول دوں۔''

لیلۃ القدر اور بعض دوسری راتوں میں یہ اعلان پوری رات ہوتا رہتا ہے اور ان اوقات کی قدردانی والے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انعامات خداوندی سے اپنے دامن مراد کو بھر لیتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات کو دوسرے اوقات پر فضیلت دی ہے، مثلاً دنوں میں یوم عرفہ اور یوم جمعہ کو اور راتوں میں لیلۃ القدر کو اور مہینوں میں رمضان المبارک کو، حدیث پاک میں بازاروں کو ''شر البلاد'' اور مساجد کو ''احب البلاد'' فرمایا گیا ہے، کیونکہ بازار دنیا کمانے کی جگہیں ہیں اور مساجد آخرت اور جنت کے گھر کو آباد کرنے کا مقام ہے، جہاں جنت کا سودا بکتا ہے۔ بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں جو مسجد کی زندگی کو اتنا غالب کرلیتے ہیں کہ ان کی بازاری زندگی بھی مسجد کی زندگی بن جاتی ہے۔ وہ اللہ کے کامل فرمانبردار بندے ہیں جو مسجد میں حکم خداوندی کو توڑتے ہیں، نہ بازار میں (اللّٰھم اجعلنا منھم) اور بعض غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کا حال اس کے برعکس ہے کہ ان کی مسجد کی زندگی بھی بازاری زندگی بن کر رہ گئی ہے۔ وضو میں بھی نماز میں بھی وہی بازار کی باتیں اور اسی کا دھیان ہے۔ زبان سے اللہ کا نام لیتے ہوئے یعنی قرأت رکوع سجدے کی تسبیحات پڑھتے ہوئے بھی دل ذکر سے خالی ہے۔ گویا ذکر نے دل کو چھوا نہیں... رحمت خداوندی کے دریا میں غوطے لگا رہا ہے، لیکن رحمت پروف بن کر.... جیسے واٹر پروف میں پانی نہیں جاتا، ایسے ہی ان قلوب میں اللہ تعالیٰ اور رحمت نہیں گھس سکتی۔ ''وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا'' اللہ تعالیٰ غفلت اور دنیوی خیالات کے ان پردوں کو چاک فرماکر حضور قلب کی دولت سے نوازیں۔ (آمین)۔

الغرض زمین کے دیگر ٹکڑوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ مقامات اللہ کی مساجد ہیں۔ پھر عام مساجد سے جامع مسجد (جہاں نمازیوں کی کثرت ہوتی ہے) افضل ہے۔ پھر مسجد نبوی علی صاحبہا الوف التسلیمات میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد حرام مکہ مکرمہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا تک اضافہ پذیر ہوجاتا ہے اور اسی طرح دوسری نیکیاں بھی۔

مکانات کی طرح زمانوں میں فضیلت کے اعتبار سے تفاوت رکھا ہے۔ افضل ترین اوقات میں ایک رمضان المبارک کا مہینہ ہے جو محض اپنے فضل و کرم سے امسال بھی اللہ پاک نے ہمیں نصیب فرمایا۔ کتنے لوگ ہیں کہ دوران سال اس دار فنا سے چل بسے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا میں کی جانے والی عبادتوں سے محروم ہوگئے۔ اب وہ ایک نماز پڑھ سکتے ہیں نہ روزہ، صدقات وغیرہ کرسکتے ہیں... ان کا نامۂ اعمال لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے، اس لئے رمضان المبارک کے ان قیمتی اوقات کی بہت ہی قدردانی اور پوری محنت سے ان کی وصولی کی سعی کرنا چاہئے۔ آئندہ سال یہ مبارک شب و روز کس خوش نصیب کو نصیب ہوتے ہیں، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بس

ملتا ہے، جن کو اس نے افطار کرایا۔

☆.....نماز باجماعت بھی گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ عہد رسالت میں ایک شخص سے کوئی گناہ ہوگیا۔ نماز کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا ماجرا سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ عرض کیا پڑھی ہے، فرمایا کہ تیرے گناہوں کی معافی ہوگئی ہے۔ ”ان الحسنات یذھبن السیئات“ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ اس کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ سب کے لئے عام ہے۔ ویسے دوسری حدیث پاک میں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک امام کی تکبیر تحریمہ پاتے ہوئے نماز باجماعت کی پابندی کرے گا، اس کو دو پروانے ملیں گے۔ ایک پروانہ نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا پروانہ جہنم سے آزادی کا، کیا ہی اچھا ہو کہ ہم کم از کم رمضان المبارک میں ہی عہد کرلیں کہ ہم سب نمازیں باجماعت امام کی تکبیر تحریمہ پاتے ہوئے پڑھنے کا التزام کریں گے۔ واللہ الموفق۔

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے ارشاد کے مطابق بعض لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے، پہلی کی بہ نسبت نماز باجماعت میں سستی ہونا شروع ہوجاتی ہے، فجر وظہر کی جماعت سونے کی نذر ہوجاتی ہے، عصر کی جماعت سامان افطاری کی خریداری کی اور نماز مغرب کی جماعت خود افطاری کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے، دن بھر کا روزہ تھا، اب بھرپور افطاری سے فراغت کے بعد ہی نماز باجماعت کا کچھ سوچا جاسکتا ہے، گھروں پر افطاری کے رواج کی وجہ سے مسجد کی جماعت فوت ہوجاتی ہے اور عشاء کی جماعت میں اس لئے تاخیر سے جانا ہوتا ہے کہ آگے تراویح کا خوف سوار ہے۔

یہ سب غفلت کم ہمتی اور محرومی کی باتیں ہیں، اللہ والوں کے ہاں تو صرف ایک ہی فکر سب فکروں اور خواہشوں پر غالب ہوتی ہے کہ اللہ پاک کیسے راضی ہوں؟ اور کب راضی ہوں؟ ساری عمر تو غفلت میں گزری کچھ نہ پایا۔ اسی ”دردنایافت“ میں گھلتے رہتے ہیں، کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، کبھی دعا و تضرع ہے، کبھی آہ و بکا، تلاوت ہے، ذکر ہے درود پاک ہے۔ اللہ پاک کے خوف نے فضول باتوں اور غیبتوں سے ان کی زبانوں کو گنگ کردیا ہے۔ کثرت اعمال کے باوجود ان کے مردود ہونے کا کھٹکا لگ رہا ہے۔ ان کا حال ہے: ”والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون“ ایسے لوگوں کے لئے اللہ پاک کی طرف سے خوشخبری ہے: ”اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون۔“

☆.....اعمال مغفرت میں سے ایک ذکر اللہ اور استغفار کی کثرت ہے، چنانچہ ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کثرت کا ارشاد فرمایا ہے کہ چار چیزوں کی کثرت کرو، دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور دو چیزیں ایسی ہیں، جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو۔

☆.....لیلۃ القدر میں شب بیداری بھی اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، سال بھر میں ایک رات عبادت میں گزار دینا کون سا مشکل کام ہے۔

☆.....اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی زندگی میں فسق و فجور سے صلاح و تقویٰ کی جانب انقلاب لانے کے لئے مادی و روحانی خصوصی انتظامات فرمائے جاتے ہیں، فسق و فجور کے سرچشموں کو بند کرتے ہوئے صلاح و تقویٰ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ فسق و فجور پر آمادہ کرنے والی عموماً تین چیزیں ہیں۔ گناہ کبھی نفسانی شرارت سے ہوتا ہے کبھی اغوائے و مداخلت شیطانی سے، کبھی گناہ کی فضاؤں اور ہواؤں سے متاثر ہوکر، گناہوں کا مرکز جہنم ہے۔ جہنم سے اٹھنے والی فسق و فجور کی ہوائیں فضا کو مسموم کرکے انسانی اذہان کو متاثر کرتی ہیں۔ سب سے بڑا جہنمی شیطان ہے جو اس مسموم فضا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے تن من کی بازی لگائے ہوئے انسانیت کو گمراہ کرنے میں مصروف ہے۔ جب اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا فیصلہ بارگاہ خداوندی سے صادر ہوا تھا تو اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ تمام لوگوں کو گمراہ کروں گا، مگر تیرے مخلص بندے میرے پھندے میں نہیں آئیں گے۔ ارشاد خداوندی ہوا:

”میں تجھ سے اور تیرے پیچھے لگنے والوں سے جہنم بھردوں گا۔“

بہرحال شیطان اپنی جماعت کو بڑھانے کے لئے دن رات کوشاں رہتا ہے۔ اللہ پاک محض اپنے فضل و احسان سے رمضان المبارک میں گمراہی کے ان تینوں عناصر پر پابندیاں عائد فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ رمضان المبارک کے اندر شیاطین کو مقید کردیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اب برائی کی وہ لہریں جو جہنم سے اٹھ کر انسانیت کی گمراہی کا سبب بنتی تھیں، وہ لہریں ختم کردی جاتی ہیں اور نفس امارہ جو شیطان کا نائب بن کر انسان کو بدی کے راستے پر ڈالتا تھا، روزہ رکھنے کا حکم دے کر بھوک اور پیاس وغیرہ کے کوڑوں سے اسے راہ راست پر لانے کی سعی کی جاتی ہے، بھوک و پیاس سے نفس میں اضمحلال و

مسکنت پیدا ہوتی ہے اور اس کی سرکشی اور شہوات ٹوٹتی ہیں۔ گناہ کے زہریلے اثرات سے فضا میں صفائی آتی۔ شیطانی اغوا اور اس کی مداخلت بند ہوگئی۔ نفس میں اضمحلال پیدا ہوا، اس کی مجموعی کیفیت سے گناہ کرنے کا جذبہ مدہم پڑ جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان المبارک میں بھی گناہ ہوتے رہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ شیطان مقید ہوا ہے، لیکن اس کا نائب "نفس امارہ" مقید نہیں ہوا اس لئے شیطانی گناہوں میں کمی آجاتی ہے لیکن نفسانی گناہ رمضان المبارک میں بھی صادر ہوتے رہتے ہیں، مگر ان میں بھی نسبتاً کمی واقع ہوجاتی ہے یا یہ کہ جو لوگ روزہ نہیں رکھتے، بھوک و پیاس سے ان کے نفسوں کی سرکوبی نہیں ہو پاتی وہ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خود سراپا شیطان بن گئے ہوں ان کے لئے اغوائے شیطانی کی چنداں حاجت نہیں رہتی۔ بعض لوگوں نے شیطان کو فارغ بیٹھے دیکھا اور پوچھا کہ تم فارغ بیٹھے ہو تو اس نے کہا فلاں قسم کے لوگ پیدا ہوگئے ہیں، انہوں نے مجھے فارغ کردیا ہے۔ میرا کام وہ خود کررہے ہیں، ایک طرف شر کے عناصر کو پابند کیا گیا تو دوسری طرف رمضان کے اندر "اسباب خیر" کی فراوانی فرمادی گئی۔ آٹھوں جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سارا سال روزہ داروں کے لئے جنت کو سجایا جاتا ہے اور اسے مزین کیا جاتا ہے اور رمضان المبارک کی پہلی رات میں اس کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (الحدیث)

☆... جنت کے انوار و برکات اور اس پر ہونے والی تجلیات خداوندی کی بارش کی پھوار عالم دنیا میں پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے یہاں کی فضائیں اور ہوائیں انوار تجلیات کی شبنم سے نمناک ہوجاتی ہیں اور اعمال خیر کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔

اسباب شر کی پابندی اور اسباب خیر میں اضافہ ہی زندگیوں میں انقلاب لانے کے لئے کافی تھا، لیکن اس پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ ملاء اعلیٰ کے مکینوں (فرشتوں) کی ایک جماعت کو اس پر مامور کیا گیا کہ وہ سرکاری منادی کی حیثیت سے شر سے اجتناب، خیر کی طرف دعوت کی صدا بھی لگاتے رہیں، چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ فرشتے منادی کرتے رہتے ہیں۔ "یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر"

☆... یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ صدا تو ہم سنتے نہیں تو اس صدا لگانے سے کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ جسم کے کان گو اسے نہیں سنتے لیکن دل کے کان سنتے ہیں۔ اسی کا اثر ہے کہ قلب میں خیر کا داعیہ اور اس کی تحریک جلد پیدا ہوتی ہے اور شر سے گونہ تنفر و انقباض محسوس ہوتا ہے لیکن یہ اسی کے لئے جو دل رکھتا ہو، جیسا قرآن کریم میں ہے: "ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید"

تراویح میں قرآن پاک:

رمضان المبارک کا نور، روزے کا نور، نماز کا نور، قرآن پاک کی تلاوت و سماع کا نور، اجتماع ذاکرین کا نور، ملاء اعلیٰ سے استماع قرآن کے لئے نازل ہونے والے فرشتوں کا نور، تراویح کے اندر قرآن پاک سننے میں یہ سب انوار جمع ہوکر قلوب کو منور کرتے ہیں، جبکہ ایمانی و احتسابی جذبہ سے شوق و قدردانی کے ساتھ قرآن سنا جائے، بہت محرومی ہے ان لوگوں کے لئے جو قصداً تاخیر سے تراویح کے لئے آتے ہیں یا کچھ رکعتیں پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں، گنتی کے دن ہیں جو سال کے بعد نصیب ہوئے اور آئندہ سال کی خبر نہیں، اس لئے پورے ذوق وشوق سے اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب انعامات کی امید رکھتے ہوئے تراویح اور دیگر اعمال رمضان میں شرکت کرنا چاہئے، بلکہ رمضان المبارک میں تو مسجد کو اپنا گھر ہی بنالینا چاہئے، کسی حاجت کے لئے باہر آئے تو فارغ ہوکر پھر مسجد میں چلا جائے، جتنا وقت مسجد میں گزرے گا خواہ آرام میں ہو یا کام میں سب عبادت ہی میں لکھا جائے گا۔ حفاظت وقت کا یہ ایک عمدہ ذریعہ ہے ورنہ باہر تو اکثر اوقات بے کار وضائع ہی چلے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک میں نوافل اور قرآن پاک کی تلاوت کا خصوصی اہتمام ہونا چاہئے۔ حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور بزرگان دین کے تلاوت قرآن پاک کے متعلق عجیب عجیب معمولات نقل کئے گئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کرلیا کرتے تھے۔ اسی

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 2545573

طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن پاک پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت میں پورا قرآن ختم کرکے باہر نکلے۔ حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں منقول ہے: ''رمضان المبارک میں اکسٹھ قرآن پاک ختم کرتے، ایک دن کا ایک رات کا اور ایک تراویح کا۔''

امام شافعیؒ کا معمول رمضان المبارک میں دو قرآن پاک روزانہ ختم کرنے کا تھا۔ ایک قرآن پاک اور کچھ پارے روزانہ پڑھنا رمضان المبارک میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کا معمول تھا، یہ ابھی کل کی بات ہے، کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ دور صحابہؓ، تابعینؒ جیسے قوی اور ہمتیں اب کہاں ہیں؟ یہ بجا ہے لیکن خود اپنا معاملہ سمجھ کر اگر بغور دیکھا جائے تو اس مقدار سے بہت زیادہ کام کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ قربانی اور مجاہدے والا ماحول میسر ہوجائے۔ سلف کے معمولات میں دیگر دینی مشغولیتوں کے ساتھ ساتھ سینکڑوں رکعات روزانہ نوافل پڑھنا بھی منقول ہے۔

فضائل اعتکاف:

رمضان المبارک کی خاص عبادت اعتکاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر سال ہی اعتکاف فرمایا ہے اور ایک سال تو دس دن کی نیت کرکے پورے ماہ مبارک بھی اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف کے بہت سے فضائل وارد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرے گا، حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں، جن کی چوڑائی آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہوگی۔ علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرے، اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملتا ہے۔'' اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسے کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے اور لیلۃ القدر کی خیر و برکات کا تو پوچھنا ہی کیا کہ جس میں عبادت سے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک اپنی اصلاح ظاہر و باطن کا بھی خاص موقع ہے۔ انسان کی اصلاح کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں اور عادت کو چھوڑنے اور اس کے پسندیدہ اعمال واخلاق اختیار کرنے پر ظاہر و باطن وقلب وقالب ان دونوں اجتناب سے آراستہ ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں کہ: ''ان دونوں میں سے اہم ''اجتناب عن المعاصی'' ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کی کثرت نماز و روزے کا ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کے ورع (تقویٰ اجتناب عن المعاصی) کا ذکر کیا گیا کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ورع کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔''

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ: فرشتوں پر انسان کی افضلیت اسی ورع وتقویٰ کی وجہ سے ہے نہ کہ کثرت عبادت کی وجہ سے کیونکہ عبادات میں تو فرشتوں سے برابری نہیں کی جاسکتی۔ بری عادات اور برے اعمال چھوٹ جائیں، یہی فرضیت صیام کا اصل مقصد ہے، جیسا کہ ''لعلکم تتقون'' میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اگر یہ مقصد تقویٰ حاصل نہ ہوا تو گویا کہ روزہ اکارت گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جس شخص نے جھوٹ اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے رکھے، کھانا پینا تو عارضی طور پر ممنوع ہوا تھا اور گناہ ہمیشہ کے لئے حرام اور ممنوع ہے تو جو شخص قطعی دائمی حرام کو نہیں چھوڑتا اور عرضی حرام کو چھوڑتا ہے وہ مقصد روزہ سے بے خبر، تقاضائے عبدیت سے جاہل ہے، روزہ رکھتے وقت جیسے یہ نیت کی جاتی ہے کہ روزہ رکھ لیا ہے کچھ کھائے پیئے گا نہیں، اسی طرح یہ نیت بھی کرنی چاہئے کہ روزہ رکھ لیا ہے کوئی گناہ نہیں کریں گے، نہ ہاتھ سے، نہ پاؤں سے، نہ زبان سے، نہ آنکھ سے، نہ کان سے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم لوگ رمضان المبارک فکر مندی کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں تو ہم خود محسوس کریں گے کہ ہمارا رخ خیر کی طرف مڑگیا ہے۔

☆☆ ...... ☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1886
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مفتی عنایت الرحمن علوی

جہان کا سردار آ گیا، اب کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا، دنیا اسی کے زیر رسالت و سیادت ختم ہوجائے گی۔ عالم کی آبادی کا دارومدار اس کی ہدایت پر ہے اور کارخانہ ہدایت تمام کا تمام رسولوں کی ذات سے وابستہ ہے، اس لئے عالم کی ابتدا و انتہا اور رسالت کی ابتدا و انتہا میں بڑا گہرا ربط ہے۔ پروردگار عالم نے جب ایک طرف عالم کی بنیاد رکھی تو اس کے ساتھ ساتھ دوسری طرف قصر نبوت کی پہلی اینٹ بھی رکھ دی، یعنی عالم میں جس کو اپنا خلیفہ بنایا تھا، اسی کو قصر نبوت کی خشت اول قرار دیا، ادھر عالم بتدریج پھیلتا رہا ادھر قصر نبوت کی تعمیر ہوتی رہی، آخر کار عالم کے لئے جس عروج پر پہنچنا مقدر تھا پہنچ گیا، ادھر قصر نبوت بھی اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہوگیا اور اس لئے ضروری ہوا کہ جس طرح عالم کی ابتدا میں رسولوں کی بعثت کی اطلاع دی گئی تھی، اس کی انتہا پر رسولوں کے خاتمہ کا بھی اعلان کردیا جائے تاکہ قدیم سنت کے مطابق آئندہ اب کوئی شخص رسول کی آمد کا انتظار نہ کرے۔

”اے آدم کی اولاد تمہارے پاس
تم میں سے ہی رسول آئیں گے جو میری
آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سنائیں گے جس
نے تقویٰ کی راہ اختیار کی اور نیک رہا تو
اس پر نہ گزشتہ کا خوف نہ آئندہ کا غم۔“

(الاعراف ۳۵)

اس اعلان کے مطابق خدا کی زمین پر بہت سے رسول آئے مگر کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خاتم النبیین ہے بلکہ ہر رسول نے اپنے بعد دوسرا رسول آنے کی بشارت سنائی حتیٰ کہ وہ زمانہ آ گیا جب کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول نے اسماعیلی سلسلہ کے اس رسول کی بشارت دے دی، جس کا اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا، عالم کے اس منتظر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مبشر رسول نے دنیا میں آکر ایک نیا اعلان کیا اور وہ یہ تھا کہ میں اب آخری رسول ہوں خود عالم کا زمانہ بھی آخر ہے اور ہاتھ مبارک کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح قریب قریب ہیں عالم اپنے پورے عروج کو پہنچ چکا ہے قصر نبوت میں ایک ہی اینٹ کی جگہ باقی تھی، وہ میری آمد سے پوری ہوگئی ہے دونوں تعمیریں مکمل ہوگئی ہیں، اب صلاح و تقویٰ کا نتیجہ دیکھنے کا زمانہ آتا ہے، قرآن کریم میں آپ کی ختم نبوت کا اعلان ان الفاظ مبارکہ سے کیا گیا:

”ما کان محمد ابا احد من
رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم
النبیین وکان اللّٰہ بکل شئی
علیما۔“ (الاحزاب ۴۰)

یعنی اب تک جتنے رسول آئے وہ صرف رسول اللہ تھے، آپ رسول اللہ ہونے کے علاوہ خاتم النبیین بھی ہیں، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کے لئے دو باتوں کا تصور ضروری ہے یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ کہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔ آپ سے متعلق صرف رسول اللہ کا تصور آپ کی ذات مبارک کا ادھورا اور ناتمام تصور ہے، بلکہ ان ہر دو تصورات میں آپ کا امتیازی تعرف خاتم النبیین ہی ہے۔ ختم نبوت کی اسی اہمیت اور اس مسئلہ کی نشرواشاعت، نبوت آدم علیہ السلام بلکہ وجود آدم سے بھی پہلے لوح محفوظ اور عرش عظیم پر کردی گئی تھی اور کاتب تقدیر نے حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان آپ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی صفت بھی بصورت حروف نقش کردی تھی، حضرت آدم علیہ السلام نسل انسانی کی بنیاد تھے، لوح محفوظ جملہ حوادث عالم کی بنیاد ہے اور عرش عظیم ان اصول کے اعلان کا سب سے بلند بورڈ ہے جو دربار الٰہی میں طے شدہ اور ناقابل ترمیم تصور کئے گئے ہیں، اس لئے ان مقامات پر اعلان کا یہ مطلب تھا کہ ختم نبوت بھی عالم کے ان بنیادی و بدیہی مسائل میں داخل ہے جن کا علم سب پر فرض ہے اور جن میں اب کسی تبدیلی و ترمیم کی گنجائش نہیں، اسی لئے آسمانوں پر فرشتوں نے، زمین پر حیوانات نے، محشر میں انبیاء علیہم السلام نے غرض ابتدا سے لے کر انتہا تک عالم بالا سے لے کر عالم اسفل تک ہر ذی شعور و غیر ذی شعور نے آپ کی ختم نبوت کا نعرہ بلند کیا ہے، جب آپ عالم ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی یہ امتیازی شان مہر نبوت کی صورت میں بھی نمایاں کردی گئی تاکہ جس آمد کا غلغلہ اب تک عالم میں بلند ہورہا تھا، اس کی شناخت

میں کوئی دشواری نہ رہے، قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا عقیدہ ہر رسول کی دعوت کا جزو اہم رہا ہے، اس لئے قیاس کہتا ہے کہ جس رسول کی آمد سے قیامت کی آمد مربوط ہے اس کا تذکرہ بھی ان کا فرض منصبی رہا ہوگا گویا ختم نبوت کا عقیدہ قیامت کے عقیدہ کے دوش بدوش ہمیشہ تعلیم دیا گیا ہے۔ شفا قاضی عیاض اور کنز العمال میں مروی ہے کہ خدا کے سب رسولوں نے خاتم الانبیاء کی آمد کی بشارت سنائی ہے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے احادیث متواترہ میں ختم نبوت کا اعلان اس لئے فرمایا ہے کہ تا کہ معلوم ہوجائے کہ جو شخص اب اس منصب کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا، افتراء پرداز، دجال اور پرلے درجہ کا گمراہ ہوگا، علماء محققین لکھتے ہیں کہ ختم نبوت کے اعلان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا متنبہ ہوجائے کہ اب یہ پیغمبر آخری پیغمبر ہے اور یہ دین آخری دین ہے جس کو جو حاصل کرنا ہے کرلے اس کے بعد دنیا کی یہ پینٹھ اجڑنے والی ہے۔ خالق زمین و زماں کو جو آخری ہدایات دینا تھیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دے دیں اور اعلان کردیا کہ اب یہ رسول آخری رسول ہے۔ ایمانیات، اخلاقیات اور معیشت و تمدن کے سب اصول مکمل کردیئے گئے، اس لئے یہ دین آخری دین ہے جسے جو عمل کرنا ہے کرلے حساب کی ذمہ داری سر پر ہے اب نہ کوئی رسول آئے گا نہ نبی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی مگر اس معنی سے نہیں کہ آئندہ نفوس انسانیہ کو کمال و تکمیل سے محروم کردیا گیا ہے بلکہ اس معنی سے کہ اب یہ منصب ہی ختم ہوگیا ہے، پہلے عالم کی عمر میں بہت وسعت تھی اور اس منصب پر تقرری کی گنجائش بھی کافی تھی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام برابر آتے رہے، اب دنیا کی عمر بھی اتنی باقی نہیں رہی کہ اس میں اور تقرری کی گنجائش ہوتی، اس لئے اس کے خاتمہ پر آپ کو بھیج کر یہ اعلان کردیا گیا ہے کہ اب نبی نہیں آئیں گے، قیامت آئے چونکہ سنت الہیہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے ناقص ختم نہیں کرتا، نبوت بھی اب اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی، اس لئے مقدر یوں ہوا کہ اس کو بھی ختم کردیا جائے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہوتو لازم آئے گا کہ اس کا خاتمہ نقصان پر ہوا۔ ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن عالم کا فنا ہونا ضروری ہے، اس سے قبل کسی نہ کسی نبی کا آخری نبی ہونا بھی عقلاً لازم ہے، اب اگر وہ آپ سے زیادہ کامل ہوتو اس کے لئے اسلامی عقیدہ میں گنجائش نہیں اور اگر ناقص ہوتو نبوت کا خاتمہ نقصان پر تسلیم کرنا لازم ہوگا۔ نیز منصب نبوت میں بھی ایک تدریج نمایاں ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام نبوتیں کسی ایک کمال کی جانب متحرک ہیں ہر پچھلی شریعت پہلی سے نسبتاً ارتقائی

مساجد کے لئے خاص رعایت

جبار کارپٹس

ڈیلر
مون لائٹ کارپٹ
نیر کارپٹ
ثمر کارپٹ
وینس کارپٹ
اولمپیا کارپٹ
یونی ٹیک کارپٹ

پتہ
این آر ایونیو، حیدری پوسٹ آفس بلاک "جی" برکات حیدری ناظم آباد
فون: 6646888-6647655 فیکس: 0921-21-5671503
E-mail: jabbarcarpet@cyber.net.pk

شکل میں نظر آتی ہے، اس لئے طبعی اصول کے مطابق ضروری ہے کہ حرکت نبوت بھی کسی نقطہ پر جاکر ختم ہو جس کو اس کا کمال کہا جائے لیکن جب خود نبوت ہمارے ادراک سے بالا تر حقیقت ہے تو اس کے آخری نقطۂ کمال کا ادراک بھی بدرجہ اولیٰ ہماری پرواز سے باہر ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ قدرت خود ہی اس کا تکفل فرمائے اور خود ہی اس کا اعلان کردے کہ نبوت کا ارتقا جہاں ختم ہوا ہے وہ مرکزی اور کامل ہستی آپ کی مبارک ہستی ہے اس لئے قرآن کریم میں: ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ اور آخری نبی کون ہے؟ اگر اسے عالم کا بقا اور منظور ہوتا تو وہ آپ کی آمد بھی کچھ دن کے لئے اور موخر فرمادیتا لیکن چونکہ دنیا کی اجل پوری ہوچکی تھی، اس لئے ضروری تھا کہ نبوت کی آخری اینٹ بھی لگادی جائے اور اعلان کردیا جائے کہ دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ قصر نبوت کی بھی تکمیل ہوگئی ہے، نبوت نے اپنا مقصد پالیا ہے، آپ کے بعد اب کوئی رسول نہیں آئے گا، کیونکہ اگر کوئی رسول آئے تو یا وہ آپ سے افضل ہوگا یا مفضول، اگر افضل ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت نے ابھی تک کمال نہیں پایا، جس کے لئے وہ متحرک ہوتی تھی اور اگر مفضول ہو تو کمال کے بعد پھر یہ نزولی حرکت اس وقت مناسب ہوسکتی ہے جب کہ عالم کی پھر نشأت ثانیہ تسلیم کی جائے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نبوت اب اپنے ارتقائی کمال کو پہنچ چکی ہے، اس لئے فطری اصول کے مطابق اسے ختم ہوجانا چاہئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔“ (المائدہ:۳)

”یعنی تمہارا دین کمال کو پہنچ چکا ہے، اب ناقص نہ ہوگا، خدا تعالیٰ کی نعمت پوری ہوچکی ہے اب آئندہ اس سے زیادہ کی توقع غلط ہے اور نظر ربوبیت اب ہمیشہ کے لئے دین اسلام کو پسند کرچکی ہے۔“

اس لئے کوئی دین اس کا ناسخ نہیں آئے گا، اسی آیت مبارکہ میں کمال وتمام کے الفاظ مبارکہ نے بتلایا کہ دین اسلام اب ہر پہلو سے مکمل ہوچکا ہے نہ اس میں اجزا کا نقصان باقی رہا نہ اوصاف کا، اس لئے اب اس کی ارتقائی حرکت ختم ہوگئی ہے، اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آپ کا آخری نبی ہونا صرف ایک تاخر زمانی نہیں ہے کسی شخصیت کا صرف آخر میں آنا فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہوتی بلکہ سنت اللہ چونکہ یہ ہے کہ ہر شے کا خاتمہ کمال پر کیا جائے، اس لئے یہاں آپ کا تاخر زمانی آپ کے انتہائی کمال کی دلیل ہے۔

نبوت ان کمالات میں سے نہیں ہے جو ریاضات ومجاہدات کے صلہ میں بطور انعام ملے بلکہ یہ ایک الٰہی منصب ہے جس کا تعلق تشریعی ضرورت اور براہ راست خدائے تعالیٰ کی صفت اجتباء واصطفاء کے ساتھ ہے وہ جسے چاہتا ہے اس منصب کے لئے چن لیتا ہے۔ نبوت کا ختم ہونا خدائی نعمت کے اتمام اور دین کے انتہائی ارتقاء و عروج کی دلیل ہے اور امت محمدیہ کے کمالات تمام امتوں سے زیادہ ہیں بلکہ اس قدر زیادہ کہ بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو بھی اس امت کے کمالات سن کر تمنا ہوئی کہ وہ بھی اس امت کے ایک فرد ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف خاتم النبیین نہیں بنایا بلکہ رحمۃ للعالمین بھی بنایا ہے جس کا مطلب ہے کہ اب خاتم بذات خود تمام جہان کے لئے رحمت بن کر آگیا ہے اتنی بڑی رحمت کہ اس کے بعد کسی اور رحمت کی ضرورت نہیں ہوگی، آج تک ہر رسول کے بعد دوسرے رسول کے انکار سے کفر کا خطرہ لگا رہتا تھا، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے یہ کتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس راہ سے اب کفر کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا، کیونکہ نہ کسی اور رسول کے آنے کا امکان ہے نہ کسی کے انکار سے کفر کا اندیشہ باقی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ختم نبوت ایک رحمت نہیں بلکہ اس کے دامن میں بے شمار رحمتوں اور کمالات کا دریا بہہ رہا ہے۔ یاد رکھو اب نبی نہیں آئیں گے بلکہ قیامت آئے گی یا وہ جھوٹے نبی آئیں گے جن کو زبان نبوت نے دجال کہا ہے۔

(ماخوذ از ترجمان السنۃ ص: ۳۴۴ تا ۳۸۵، ج اول بتغیر)

مبلغین ختم نبوت کی خدمت میں ضروری گزارش

☆...... تمام مبلغین وجماعتی احباب سے گزارش ہے کہ اپنے علاقہ کی تبلیغی سرگرمیوں، ختم نبوت پروگراموں، اصلاحی خطابات وبیانات کی تفصیل اور رپورٹ جلد از جلد ارسال کرنے کا خاص اہتمام کریں۔

☆...... پروگراموں کے مقامات اور شخصیات کے نام واضح اور صاف تحریر فرمائیں۔

☆...... تحریر ایک سطر چھوڑ کر لکھی جائے۔ لائنوں والا کاغذ استعمال کیا جائے۔

☆...... کم از کم پہلا صفحہ جماعت کے لیٹر پیڈ پر لکھا جائے۔

☆...... رپورٹ پر مقامی مبلغ یا کسی ذمہ دار کے دستخط ضرور ہونے چاہئیں۔

☆...... اپنے مضامین، رپورٹیں اور جماعتی سرگرمیاں ایڈیٹر ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے نام ارسال کی جائیں۔

روزے میں کوتاہیاں اور ان کا تدارک

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

روزے میں کوتاہیاں:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ' نے ''اصلاح انقلاب'' میں تفصیل سے ان کوتاہیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو روزے کے بارے میں کی جاتی ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ کرکے ان تمام کوتاہیوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔ یہاں بھی اس کے ایک دو اقتباس نقل کئے جاتے ہیں۔ راقم الحروف کے سامنے مولانا عبدالباری ندوی کی کتاب ''جامع المجددین'' ہے۔ ذیل کے اقتباسات اسی سے منتخب کئے گئے ہیں:

''بہت سے لوگ بلا کسی قوی عذر کے روزہ نہیں رکھتے' ان میں سے بعض تو محض کم ہمتی کی وجہ سے نہیں رکھتے' ایسے ہی ایک شخص کو' جس نے عمر بھر روزہ نہیں رکھا تھا اور سمجھتا تھا کہ پورا نہ کرسکے گا' کہا گیا کہ تم بطور امتحان ہی رکھ کر دیکھو' چنانچہ رکھا اور پورا ہوگیا' پھر اس کی ہمت بندھ گئی اور رکھنے لگا' کیسے افسوس کی بات ہے کہ رکھ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پختہ یقین کر بیٹھا تھا کہ کبھی رکھا ہی نہ جاوے گا۔ یہ لوگ سوچ کر دیکھیں کہ اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر نہ کچھ کھاؤ' نہ پیو' ورنہ فلاں مہلک مرض ہوجائے گا' تو اس نے ایک ہی دن کے لئے کہا' یہ دو دن نہ کھاوے گا کہ احتیاط اسی میں ہے۔ افسوس! خدا تعالیٰ صرف دن دن کا کھانا چھڑادیں اور کھانے پینے سے عذاب مہلک کی وعید فرمائیں اور ان کے قول کی طبیب کے برابر بھی وقعت نہ ہو؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔''

''بعضوں کی یہ بے وقعتی اس بدعقیدگی تک پہنچ جاتی ہے کہ روزہ کی ضرورت ہی کا طرح طرح انکار کرنے لگتے ہیں' مثلاً: روزہ قوت بہیمیہ کے توڑنے یا تہذیب نفس کے لئے ہے' اور ہم علم کی بدولت یہ تہذیب حاصل کرچکے ہیں...... اور بعضے تہذیب سے بھی گزر کر گستاخی اور تمسخر کے کلمات کہتے ہیں' مثلاً: ''روزہ وہ شخص رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو' یا بھائی ہم سے بھوکا نہیں مرا جاتا'' سو یہ دونوں فریق بوجہ انکار فرضیت صوم' زمرۂ کفار میں داخل ہیں' اور پہلے فریق کا قول محض ''ایمان شکن'' ہے اور دوسرے کا ''ایمان شکن'' بھی اور ''دل شکن'' بھی......

''اور بعض بلاعذر تو روزہ ترک نہیں کرتے' مگر اس کی تمیز نہیں کرتے کہ یہ عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ ادنیٰ بہانہ سے افطار کردیتے ہیں' مثلاً: خواہ ایک ہی منزل کا سفر ہو' روزہ افطار کردیا' کچھ محنت مزدوری کا کام ہوا' روزہ چھوڑ دیا' ایک طرح سے یہ بلاعذر روزہ توڑنے والوں سے بھی زیادہ قابل مذمت ہیں' کیونکہ یہ لوگ اپنے کو معذور جان کر بے گناہ سمجھتے ہیں' حالانکہ وہ شرعاً معذور نہیں' اس لئے گناہ گار ہوں گے۔''

''بعضے لوگوں کا افطار تو عذر شرعی سے ہوتا ہے' مگر ان سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ بعض اوقات اس عذر کے رفع ہونے کے وقت کسی قدر دن باقی ہوتا ہے' اور شرعاً بقیہ دن میں امساک یعنی کھانے پینے سے بند رہنا واجب ہوتا ہے' مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتے' مثلاً: سفر شرعی سے ظہر کے

وقت واپس آ گیا' یا عورت حیض سے ظہر کے وقت پاک ہوگئی' تو ان کو شام تک کھانا پینا نہ چاہئے۔ علاج اس کا مسائل واحکام کی تعلیم وتعلم ہے۔''

''بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے (باوجود ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے) نہیں رکھواتے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ عدم بلوغ میں بچوں پر روزہ رکھنا تو واجب نہیں' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اولیا پر بھی رکھوانا واجب نہ ہو۔ جس طرح نماز کیلئے باوجود عدم بلوغ کے ان کو تاکید کرنا' بلکہ مارنا ضروری ہے' اسی طرح روزہ کے لئے بھی...... اتنا فرق ہے کہ نماز میں عمر کی قید ہے اور روزہ میں تحمل پر مدار ہے (کہ بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو) اور راز اس میں یہ ہے کہ کسی کام کا دفعۃً پابند ہونا دشوار ہوتا ہے' تو اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو یک بارگی زیادہ بوجھ پڑ جائے گا۔ اس لئے شریعت کی رحمت ہے کہ پہلے ہی سے آہستہ آہستہ سب احکام کا خوگر بنانے کا قانون مقرر کیا۔''

''بعض لوگ نفس روزہ میں توافراط تفریط نہیں کرتے' لیکن روزہ محض صورت کا نام سمجھ کر صبح سے شام تک صرف جوفین (پیٹ اور شرم گاہ) کو بند رکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حالانکہ روزہ کی نفس صورت کے مقصود ہونے کے ساتھ اور بھی حکمتیں ہیں' جن کی طرف قرآن مجید میں اشارہ' بلکہ صراحت ہے کہ: ''لعلکم تتقون'' سب کو نظر انداز کرکے اپنے صوم کو ''جسد بے روح'' بنالیتے ہیں۔ خلاصہ ان حکمتوں کا معاصی ومنہیات سے بچنا ہے' سو ظاہر ہے کہ اکثر لوگ روزہ میں بھی معاصی سے نہیں بچتے' اگر غیبت کی عادت تھی تو وہ بدستور رہتی ہے' اگر بدنگاہی کے خوگر تھے تو نہیں چھوڑتے' اگر حقوق العباد کی کوتاہیوں میں مبتلا تھے تو ان کی صفائی نہیں کرتے ...... بلکہ بعض کے معاصی تو غالباً بڑھ جاتے ہیں' کہیں دوستوں میں جا بیٹھے کہ روزہ بہلے گا اور باتیں شروع کیں' جن میں زیادہ حصہ غیبت کا ہوگا' یا چوسر' گنجفہ' تاش' ہارمونیم' گراموفون لے بیٹھے اور دن پورا کردیا۔ بھلا اس روزہ کا کوئی معتد بہ حاصل کیا؟ اتنی بات عقل سے سمجھ میں نہیں آتی کہ کھانا پینا' جو فی نفسہ مباح ہے' جب روزہ میں وہ حرام ہوگیا' تو غیبت وغیرہ دوسرے معاصی' جو فی نفسہ بھی حرام ہیں' وہ روزہ میں کس قدر سخت حرام ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ ''جو شخص بدگفتاری وبدکرداری نہ چھوڑے' خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بالکل روزہ ہی نہ ہوگا' لہٰذا رکھنے ہی سے کیا فائدہ؟ روزہ تو ہوجائے گا' لیکن ادنیٰ درجہ کا۔ جیسے اندھا' لنگڑا' کانا' گنجا' اپاہج آدمی تو ہوتا ہے مگر ناقص۔

لہٰذا روزہ نہ رکھنا اس سے بھی اشد ہے' کیونکہ ذات کا سلب' صفات کے سلب سے سخت تر ہے۔''

پھر حضرتؒ نے روزہ کو خراب کر والے گناہوں (غیبت وغیرہ) سے بچنے کی تد بھی بتلائی' جو صرف تین باتوں پر مشتمل ہے ا ان پر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے:

''خلق سے بلاضرورت تنہا اور یکسو رہنا' کسی اچھے شغل مثلاً: تلاوت وغیرہ میں لگے رہنا اور نفس کو سمجھانا' یعنی وقتاً فوقتاً یہ دھیان کرتے رہنا کہ ذرا سی لذت کے لئے صبح سے شام تک کی مشقت کو کیوں ضائع کیا جائے' اور تجربہ ہے کہ نفس پھسلانے سے بہت کام کرتا ہے' سو نفس کو یوں پھسلاوے کہ ایک مہینے کے لئے تو ان باتوں کی پابندی کرلے' پھر دیکھا جائے گا' پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ جس طرز پر آدمی ایک مدت رہ چکا ہو' وہ آسان ہوجاتا ہے' بالخصوص اہل باطن کو رمضان میں یہ حالت زیادہ مدرک ہوتی ہے کہ اس مہینے میں جو اعمال صالحہ کئے ہوتے ہیں سال بھر ان کی توفیق رہتی ہے۔''

☆☆..................☆☆

دعا کی حقیقت اور مصائب سے نجات

(مولانا) حذیفہ غلام محمد وستانوی

جو مانگنا ہے خالق ارض و سما سے مانگ
کیوں مانگتا ہے بندوں سے اپنے خدا سے مانگ
مؤمن ہے تو، تو بس اسی حاجت روا سے مانگ
اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں

اللہ رب العزت نے کائنات کو وجود بخشا اور کائنات کے نظام کو چلانے کے لئے اسباب کو پیدا کیا اور مخلوق کو ان اسباب کو اختیار کرنے کا مکلف کیا تو اللہ کی ذات خالق الخلق بھی ہے اور مسبب الاسباب بھی ہے، یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کو اسی نے وجود بخشا اور وجود بخشنے کے بعد اس کو ویسے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ پورے نظام کائنات پر نظر رکھتے ہوئے اسی کی مرضی کے مطابق نظام کائنات جاری وساری ہے، کائنات کا ہر چھوٹا بڑا حادثہ اسی کی مشیت کے مطابق رونما ہوتا ہے، وہ علیم بھی ہے، بصیر بھی ہے، خبیر بھی ہے، حکیم بھی ہے، رب بھی ہے، مدبر بھی ہے، قادر مطلق ہے، متصرف حقیقی بھی ہے، مقتدر بھی ہے، عزیز بھی ہے، مہیمن بھی ہے، جبار بھی ہے، قہار بھی ہے، ایک خالق رب اور معبود حقیقی اور رب ذوالجلال میں جتنی صفات و کمالات ہونے چاہئے وہ تمام بلکہ اس سے بھی کہیں اور بے حد وحساب، کمالات بدرجۂ اتم صرف اور صرف اسی کے شایان شان ہے۔ اور وہی اس کا مالک ہے، وہی بلا اسباب کے بھی اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ کسی بھی طرح انقلاب پیدا کرنے والا ہے؛ اس لئے مؤمن اور مسلمان کی نگاہ اسباب کے اختیار کے بعد بھی اسی مسبب الاسباب پر ہونی چاہیے۔ کیوں کہ اسباب کے اختیار کے بعد بھی کوئی نتیجہ اسی وقت برآمد ہوسکتا ہے جب اللہ رب العزت کا منشاء شامل حال ہو؛ اگر اللہ نہ چاہے تو کائنات میں بسنے والی تمام طاقتیں بھی اس چیز یا حادثہ کو منظر عام پر نہیں لاسکتی۔ قرآن کا اعلان ہے: و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں اگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اسی لئے اگر تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا واقعتا کرنے دھرنے والی ذات صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہے۔ اسی لئے جب بھی اللہ کے نیک بندے مشکل حالات سے دوچار ہوئے تو انہوں نے اللہ ہی کو پکارا اور غیر مساعد حالات میں بھی اللہ نے ان کی دعاؤں کے طفیل انہیں نجات سے ہم کنار کیا۔ آپ انبیاء کرام، صحابہ اور علماء واولیاء کی سیرتیں اٹھا کر دیکھ لیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ندامت کے آنسو بہائے تو اللہ کو غفار وستار پایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مظلومیت کے عالم میں پکارا تو اسے غم خوار ومددگار پایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے تعاقب میں موجیں مارتے ہوئے سمندر کے پاس پکارا تو اسے نجات دہندہ پایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماریوں کے صد ہا زخموں میں چور ہوکر اسے پکارا تو وہاں شافی الامراض پایا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر کی تاریکی میں مچھلی کے پیٹ میں پکارا، تو وہاں اسے نجات دہندہ پایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کنوئیں کی اندھیری تہہ میں پکارا تو وہاں اسے ارحم الراحمین پایا۔

حضرت سارہؓ نے ظالم بادشاہ کے محل میں عفت وپاکدامنی کے تحفظ کی خاطر پکارا تو وہاں اسے احکم الحاکمین پایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ نے اپنے معصوم بچے کے پانی کی لئے صفا مروہ کی پہاڑیوں میں پکارا تو آب زمزم کی شکل میں وہاں اسے فریادرس پایا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر وحنین میں دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پکارا تو آندھی اور فرشتوں کی شکل میں وہاں اسے ناصر ومددگار پایا۔

صحابۂ کرامؓ نے سانپ، شیر اور پھاڑ کھانے والے درندوں سے بھرے ہوئے افریقہ کے جنگلوں میں پکارا تو وہاں اسے مہربان پایا۔

اسی لئے تو قرآن میں بھی بارہا اللہ نے بندوں کو دعا کی تلقین کی ہے، کہیں ادعونی استجب لکم، کہیں کہا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کہہ کر۔

برکات الدعا کی تقریظ میں مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب مدظلہٗ العالی نے بڑی عمدہ بات تحریر فرماتے ہیں:

"تخلیق آدم کے پہلے ہی واقعہ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب حکم

کی تعمیل میں چوک ہوگئی تو آپ نے اپنی ذات اور کمزوری کو سامنے رکھ کر دربار الٰہی میں روتے روتے دعا کی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق حاصل کرلیا۔(برکات الدعا ص ۳۱)

احقر کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے صرف ان کے لئے جنت کے دروازے نہیں کھولے گئے بلکہ ان کی نیک اور صالح ذریت کے لئے بھی قیامت تک جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔تو کیا عظیم فائدہ حاصل ہوا آدم علیہ السلام اور ذریت آدم کو اور یہ سب دعا کی برکت سے!! لہٰذا دعا سے غفلت بڑی خسارے اور نقصان کا باعث ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں میں اس غفلت کے انجام بد سے انسان دوچار ہوتا ہے۔

اللہ ہماری دونوں جہانوں میں انجام بد سے حفاظت فرمائے۔آمین یارب العالمین!

دعا کے لفظی واصطلاحی معنی:

دعا کے لفظی معنی، پکارنے کے ہیں اور اکثر اس کا استعمال کسی حاجب وضرورت کے لئے پکارنے میں ہوتا ہے۔اس کے علاوہ لفظ دعا کے معنی ایک یہ بھی ہے کہ کسی کو اپنی حاجب روائی کے لئے پکارا جائے۔آیت کریمہ:"ادعوا ربکم "یعنی پکارو اپنے رب کو حاجت کے لئے۔

(رواہ النسائی، وابوداؤد، ماخوذ از برکات دعا: ص ۱۱۱)

دعا کی حقیقت معلوم نہیں:

عارف باللہ جماعت تبلیغ کے بانی وروح رواں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: مسلمان دعا سے غافل ہیں، اور جو کرتے ہیں ان کو دعا کی حقیقت معلوم نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے دعا کی حقیقت کو واضح کرنا چاہئے، دعا کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا، پس جتنی وہ بلند بارگاہ ہے اتنا ہی دعاؤں کے وقت اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور الفاظ دعا کو تضرع وزاری سے ادا کرنا چاہئے اور یقین واذعان (بھروسہ) کے ساتھ دعا کرنا چاہئے، اس نہج سے دعا کرنے والوں کی دعا ضرور قبول کی جائے گی، کیوں کہ جس سے مانگا جارہا ہے وہ بہت ہی سخی اور کریم ہے اپنے بندوں پر رحیم ہے زمین وآسمان کے خزانے سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔(برکات دعا ص ۱۱۲)

سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
وہ غیر اللہ کے در کا کبھی سائل نہیں ہوتا
خدا سے مانگ لے جو مانگنا ہو اے مسلم
یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

یہ ہوئی دعا کی تعریف اور اس کی حقیقت اکابرین امت رحمہم اللہ کی زبانی۔

دعا کا مقام ومرتبہ:

دعا کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے دعا کو عبادت قرار دیا اور اللہ نے امر کے صیغوں کے ذریعہ دعا کی تلقین کی"ادعونی"تم مجھ سے مانگو۔ اور اللہ کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پر ایسے لوگوں کو متکبر کہا اور ان کو سخت وعید سنائی جیسا کہ سورۂ غافر کی آیت ۶ میں ہے اور حدیث میں ہے"الدعا ھو العبادۃ"دعا عبادت ہے۔(المفردہ، احمد سنن اربعہ)

حدیث پاک میں مزید وضاحت کے ساتھ دعا سے غفلت کی صورت میں وعید بیان کی گئی ہے۔ من لم یسال اللہ یغضب علیہ۔

(ترمذی، مسند احمد، ادب المفرد، ابن ماجہ، حاکم، بزار)

جو اللہ کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

دعا کو اقرب الی القبولیت بنانے کا طریقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا تمام عبادات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ اس حدیث پاک کی شرح میں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت سے مقصد اظہار عبودیت وبندگی ہے، اور اس کا راز اسی میں ہے کہ بندہ اپنی شکستگی وعاجزی اور پروردگار عالم کی عظمت وقدرت کو دیکھے اور یہ دونوں باتیں (عاجزی اور عظمت) دعا میں بطریق اتم موجود ہیں، اسی لئے دعا میں تضرع وزاری جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔

(برکات دعا ص ۱۱۱)

دعائیں کب قبول ہوتی ہیں؟:

اس کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے پس منظر کو ذرا ذہن نشین فرمائیں، ہاں دعائیں کب مانگیں؟ اس کے لئے پہلے ہی ہاتھ نہیں پھیلادیئے، بلکہ پہلے خلاف عقل وخلاف طبع حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام خلت کا حق ادا کردیا، امر الٰہی کو بسروچشم بجالائے، وطن عزیز کو چھوڑا، اخوت ومحبت کے رشتہ کو توڑا، قیامت خیز شعلہ زن دہکتے ہوئے نمرودی آگ کے سمندر سے ٹکرائے، مال ومنال، اہل وعیال اور ہر قسم کے سکھ چین کو پامال کیا، تعمیل احکام ربانی میں ان کو جس جگہ۔جس وقت جو حکم ملا وہ کرگزرے اپنے اکلوتے نور نظر لخت جگر اور محبوب رفیقہ حیات کو ایسی بے آب وگیاہ جگہ۔ جہاں نہ دانا پانی نہ مکان وآبادی نہ ظاہری اسباب ووسائل بلکہ بیابان لق ودق چٹیل میدان جھلسا دینے والی کنکریلی اور پتھریلی زمین ہے، ایسی جگہ بیوی بچہ کو لاکر رکھ دیا۔(برکات دعا ص ۸۹)

مشکلات کو دور کردینے والی غیبی چیز:

ایک عارف ربانی نے کیا ہی عجیب نکتہ کی بات کہی ہے، فرمایا: دعا پر اعتماد ہی نیکی ہے جب ہم تنہائی اور خاموشی میں دعا مانگیں تو ہم اس یقین کا اعلان کررہے ہوتے ہیں کہ ہمارا پروردگار تنہائی میں ہمارے پاس ہے اور وہ خاموشی کی زبان (یعنی دل میں مانگی جانے والی دعا) بھی سنتا ہے۔ دعا میں خلوص آنکھوں کو نم (اشک بار) کردیتا ہے اور یہی دعا کی

منظوری (قبول ہو جانے) کی دلیل ہے۔ دعا مومن کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ دعا آنے والی بلاؤں کو ٹال دیتی ہے۔ دعا میں بڑی طاقت وقوت ہے۔ جب تک سینے میں ایمان ہے دعا پر یقین رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ہماری دعاؤں کی افادیت سے محروم و مایوس نہ ہونے دیں۔

(برکات دعا،ص ۵۸)

رحمت سے غفلت:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں، آج کل مسلمانوں کے مصائب اور تباہی و بربادی کے جہاں بہت سے اسباب جمع ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مصائب و آفات کے وقت انسان سینکڑوں قسم کے جائز و ناجائز تدبیروں میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بڑی تکالیف بھی اٹھاتے ہیں، بعض اوقات وہ تدبیریں الٹی پڑ کر نقصان بھی دے جاتی ہیں۔ ایک طرف تو مخلوق کی نامناسب کدوکاوش کا یہ نتیجہ دیکھ لیں۔

اس کے برعکس کامیابی کی ایک اعلیٰ تدبیر جو خود مخلوق کے پالن ہار رب کریم نے سکھائی ہے جو سو فیصد کامیاب ہے۔ وہ کبھی نقصان دہ بھی نہیں ہوتی بلکہ خود خداوند قدوس کا یہ فرمان ہے: ''ادعونی استجب لکم۔'' یعنی مجھ سے مانگو میں تمہارا کام پورا کروں گا۔

اسی کی ترجمانی فرماتے ہوئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی عطیہ امت کی خدمت میں پیش فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لیے دعا کے دروازے کھول دیے گئے۔

(برکات دعا،ص ۵۷)

حسن ظن اور پختہ ارادہ کرکے فائدہ اٹھالو:

آفات ومصائب سے تحفظ کے سلسلہ میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے تاکہ وہ ہم غربا کو اپنے ابتلا وامتحان سے محفوظ رکھے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ جیسا ظن (گمان) رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ فرماتے ہیں۔

فائدہ: یہ ملفوظ ہے تو چھوٹا مگر بڑا جامع ہے، حضرت حاجی صاحبؒ نے اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اول تو اس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے کہ دعا مانگنا یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ یا تو مطلوب چیز مل جاتی ہے۔ یا ذخیرہ آخرت ہو جاتا ہے۔ یا پھر دعا کی برکت سے آنے والے مصائب و فتن وغیرہ سے اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی حفاظت فرمالیتے ہیں تو دعا کی برکت سے ہمیں کتنی بڑی نعمت ملی کہ مستقبل میں آنے والے مصائب وفتن سے ہماری حفاظت فرمادی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ بہت بڑے عارف محقق اور روحانی نباض بھی ہیں اس لئے بیماری کے ساتھ دوا بھی بتلادی۔ وہ یہ ہے کہ دعا کے ساتھ دوسری گر کی بات یہ فرمائی کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس معاملہ میں جیسا حسن ظن ویقین رکھے گا ویسا ہی معاملہ اُدھر سے بھی ہمارے ساتھ کیا جائے گا یہ بھی حدیث پاک ہی کا مفہوم ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ دعا کی ترغیب دے کر دعا مانگنے والوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو کس سے مانگ رہے ہو؟ وہ ہے تو بہت ہی بڑے کریم مگر اس سے مانگنے کا ڈھنگ اور طریقہ جو ہے اس کے مطابق مانگو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ وہ یہ کہ زمین و آسمان میں دینے والی صرف اور صرف وہی ایک اکیلی ذات ہے۔ اور مجھے ملے گا تو وہ بھی اسی ایک در اور چوکھٹ سے ہی ملے گا اور جو مانگا ہے وہ یقیناً مجھے مل کر رہے گا۔ میرا مالک بڑا داتا اور کریم ہے مجھے مایوس و ناکام ہرگز نہ ہونے دے گا۔ اس پختہ عزم و اعتماد اور یقین کے ساتھ جب مانگا جائے گا تو پھر ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح مانگنے والوں کے لئے خوش خبری ہو کہ اس نے جو جائز مانگا وہ اس نے پالیا۔ (برکات دعا،ص ۵۹)

دعاؤں پر مداومت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوا کرتی ہیں:

عارف باللہ مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ (الٰہ آبادی) بیان فرماتے ہیں بندہ ہر وقت تضرع وزاری اور الحاح کو اپنی خُو (عادت) بنالے اور اپنی صلاح وفلاح کا سوال (دعا) برابر اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا رہے اور جہاں تک ہو سکے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس الفاظ (یعنی ماثورہ عربی دعا) میں کرتا رہے پھر جب اُدھر سے ہدایت توفیق حسن نیت، قوت عبادت اور طاقتِ اجتناب معاصی وغیرہ امور عطا ہوتے ہیں تب ہی بندہ کا کام بنتا ہے۔

حضرت مصلح الامتؒ فرماتے ہیں ''میں نے خُو (دعا مانگتے رہنے کی عادت) بنانے کو اس لئے کہا کہ محض دو چار مرتبہ سرسری طور پر صرف زباں سے ان چند دعایہ کلمات کے کہہ لینے سے کشودکار (مطلب حاصل) نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان (دعاؤں) کی حیثیت تلاوت قرآن کی سی نہیں ہے کہ آپ کو اس کا ثواب مل جائے، یا ایمان میں ترقی ہو جائے بلکہ ان کی حیثیت دعا و درخواست کی ہے، اس لئے اس کے مضمون (دعا کے معنی ومطلب) کو سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز اور ذلیل بن کر اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیے، اور یہ مقام جب ہی حاصل ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت اور عنایت کو پیش نظر رکھ کر ان سے اپنی حاجت کو طلب کریں اور برابر طلب کرتے رہیں یہاں تک کہ خدمتِ شاہ (دربار خداوندی) میں عرض حال اپنی خُو بن جائے، کیوں کہ جب وہ دیکھ

لیں گے کہ میرے اس بندہ نے اپنے آپ کو میرے آگے گرا دیا ہے اور مجھی کو اپنا حاجت روا اور ملجا و ماویٰ سمجھ لیا ہے اور میرے علاوہ کسی دوسرے پر اس کی نظر نہیں رہ گئی تب وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے، اور جب انہی کی توجہ ہو جائے گی تب ہی کام بنے گا، اسی لئے میں نے کہا ان ادعیۂ ماثورہ کو سالکین و طالبین کے لئے دل سے مانگنا اور اس پر دوام برتنا اور غایت تضرع و الحاح کے ساتھ درگاہ واہب العطیات میں اپنی حاجت کو پیش کرنا یہی راہ مستقیم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا ملفوظ:

عارف ربانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کا ایک عارفانہ کلام ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کیجئے کہ کہ خدا تعالیٰ کے ہاں عجز و انکساری ندامت و خاکساری کو کیا مقام حاصل ہے، حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک چیز نہیں، اور جس دربار میں جو چیز نہیں ہوتی اس کی ان کے ہاں بڑی قدر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ چیز ہے بندوں کی گریہ وزاری عاجزی و انکساری اور بندوں کی ندامت، یہ چیزیں دربار الٰہی میں نہیں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان چیزوں کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

نالۂ مؤمن ہمی داریم دوست
گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم مؤمن کے نالہ (رونے دھونے) کو دوست رکھتے ہیں۔ مؤمن سے کہہ دو کہ وہ تضرع (گریہ وزاری) کرتا رہے کیوں کہ یہ اس (مؤمن) کا اعزاز ہے۔

فائدہ: اکابرینؒ کے ملفوظات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دعا میں ندامت اور عاجزی وگریہ وزاری ان دونوں چیزوں کا جو خوگر ہو جائے گا ان کے لئے خوش خبری ہے کہ وہ اپنے مسائل و مقاصد میں باسانی کامیابی حاصل کرلے گا۔

(برکات دعا ص ۶۳-۶۵)

علامہ منصور پوری کی نکتہ سنجی:

حضرت سلمان صاحبؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر (دیکھنا) جو شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہہ میں پڑی ہوئی سوئی جیسی ادنیٰ شئی کو بھی دیکھ رہی ہے، تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی سمع (سنوائی) جو تحت الثریٰ پہاڑ کے غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے اس کی آواز کو بھی سننے والی ہے۔ یعنی وہ سنتا ہے دیکھتا ہے اور قریب بھی ہے (یعنی قریب ہونا دیکھنا اور سننا یہ تینوں اوصاف بطریق اکمل اس میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں) لہٰذا ہماری دعا و مناجات کو نہ سننے کا ادنیٰ سا شک وشبہ بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ (برکات دعا ص ۷۰)

بہ کثرت دعائیں مانگنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے:

امام سفیان ثوریؒ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اے وہ خدا جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بہ کثرت اس سے دعائیں کیا کریں اور وہ بندہ سخت بُرا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے، اے میرے رب! یہ صفت تو تیری ہی ہے۔ کسی شاعر نے کتنا سچ کہا۔

اللّٰہ یغضبُ ان ترکتَ سوالہ
و بنی آدمَ حین یُسألُ یغضبُ

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ جب تو اس سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے۔ اور انسان کی یہ حالت ہے کہ جب اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔

(برکات دعا ص ۷۲)

دعائے یونس میں امت کے لئے درس عظیم:

حضرت مجدد تھانویؒ قدرے تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا (ایک اندھیرا شکم ماہی۔ دوسرا قعر دریا۔ تیسرا اندھیری رات کا۔ غرض ان تاریکیوں میں دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (یہ توحید ہے) آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں (یہ تنزیہ ہے) میں بیشک قصوروار ہوں (یہ استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کرکے اس شدت سے نجات دیجئے) (سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی۔ اور (جس طرح دعا کرنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی) ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب اور کرب سے) نجات دیا کرتے ہیں۔ (برکات دعا ص ۸۰)

دعا مانگنے کا پیغمبرانہ انداز:

دعا تو ہر انسان مانگتا ہے مگر مانگنے کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں سبق آموز اور جامع ہوتی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز مانگنے کی ہے اور اسے کس وقت کس طرح مانگا جائے۔ یہاں پر پیغمبرانہ انداز دعا کو ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ دعا کو لفظ ربّ، ربّنا سے شروع فرمایا ہے جس کے معنی ہیں، اے میرے پالنے والے، اے میرے پالنہار، ان الفاظ میں دعا مانگنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔ خود یہ الفاظ حق تعالیٰ کی رحمت اور لطف و کرم کو متوجہ کرنے پر مؤثر دواعی ہیں پھر دعا سے پہلے اور آخیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو جیسے ربّنا، اور الحمد للہ الذی وھب لی، سے ظاہر ہو رہا ہے۔ پھر دعا بار بار مانگی جائے، اور الحاح وزاری کے ساتھ مانگی جائے، ملنے کے یقین کے ساتھ مانگی جائے، دعا مانگنے سے پہلے احکام خداوندی کی تعمیل بھی ہو، یہ اور ان جیسی بہت سی چیزیں تلاش کرنے سے مل جائیں گی۔ (برکات دعا ص ۸۷)

(جاری ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ

لطیف پریشان

امام راغبؒ کا بیان ہے کہ: ''جو سفارت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ان سے امور دینی اور اُخروی میں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاری ہوتی ہے، اسے نبوت (النبوۃ) کہا جاتا ہے۔''

اصطلاح شریعت میں رسالت اس سفارت کو کہتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک اپنے تشریعی احکام پہنچانے اور انہیں اپنی مرضی کی راہ بتانے کے لئے قائم کیا ہے۔

ایمانیات میں عقیدۂ رسالت کا شمار اگرچہ ایمان باللہ کے بعد ہوتا ہے، لیکن عملاً رسول کے بغیر اللہ کے احکام اور اس کی ذات و صفات کا علم نہیں ہو پاتا۔ اس اعتبار سے عقیدۂ رسالت کی حیثیت مقدم ہے۔ عقیدۂ رسالت کا ایک جزو تو یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسولؐ ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کی رسالت سارے انسانوں تمام عالم کے لئے ہے اور آپؐ ہی کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوگئی ہے، اس لئے اب آئندہ نہ کسی نبی اور رسول کے آنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نئی شریعت کی گنجائش ہے۔ ایمان بالرسل کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ تمام گزشتہ انبیاء و رسل پر ایمان لایا جائے۔ اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ البتہ گزشتہ انبیاء و رسل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں یہ فرق موجود ہے کہ گزشتہ انبیاء و رسل کا پیغام مقامی اور محدود تھا، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام اور تام ہے تمام انسانوں، تمام عالم اور آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے۔

گویا آپؐ کا لایا ہوا پیغام ہدایت، ابدیت اور عالمگیریت کا حامل ہے علاوہ ازیں آپؐ دیگر رسولوں کی طرح صفاتِ بشریت، وہبیت اور عصمت سے متصف ہیں۔ نیز آپ مطاع، شارح کتاب الٰہی معلم و مربی، پیشوا، نمونۂ تقلید، قانون ساز، قاضی، غرض سب ہی کچھ ہیں، کیونکہ معاشرہ کی صلاح و فلاح اور ریاست کی تعمیر میں یہ تمام صفات ناگزیر ہیں اور یہ امر تو بہت ہی واضح ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ ایسا علم عطا کیا گیا، جو ہر قسم کی خطا، نسیان اور ظن سے ماورأ ہے۔

یہ آخری خصوصیت ایسی ہے جو بعض دوسری حقیقتوں کو بھی واضح کرتی ہے۔ دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو طریق فکر یا اصول اخلاق و سیاست یا اصول قانون و معاش مقرر کرتے ہیں، وہ قومی رجحانات یا زمانی خصوصیت پر نہیں بلکہ علم، حق اور صداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور علم حق و صداقت وہ اقدار ہیں جو مشرق و مغرب، سیاہ و سفید اور قدیم و جدید کے دائرہ امتیاز میں نہیں آتیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کہا ہے۔

جہاں تک اہل عرب کا تعلق ہے تو عربوں میں ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو اعتراضات کر رہے تھے کہ کیسا رسولؐ ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو لوگوں کو ڈراتا۔ انکار رسالت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاگل، مجنون اور ساحر کہتے رہے، تاکہ اقرار رسالت کے بارے سبکدوش ہو پائے۔ اسی عہد میں وحی نازل ہوئی۔ ان تمام شکوک و شبہات اور اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب ہے:

''اے محمدؐ! ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بنا کر صرف آدمیوں کو ہی بھیجا تھا، جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔''

اور دوسری طرف رسالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک متعین ضابطہ بتادیا گیا، جس کی تائید عقل عام بھی کرتی ہے۔ رسول کو اسی جنس اور اسی مخلوق سے ہونا چاہئے، جس کے پاس جاکر اسے رسالت کا فرض انجام دینا ہے فرمایا گیا:

ترجمہ: ''اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ایسے شخص کو رسولؐ کیوں بنایا گیا، جس کے پاس نہ مال ہے، نہ اولاد، نہ مرتبہ؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا گیا کہ:

ترجمہ: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کا محل کون سا ہے؟ اور پیغمبری کے عنایت فرمائے۔''

یہاں یہ بات نہ بھولنا چاہئے کہ رسول پر ایمان و اطاعت کا حکم سب سے پہلے ایک معاشرہ میں دیا گیا، جہاں ایمان بالکتب۔

(۲) ایمان باآخرت کا تصور ہی مفقود تھا،

اخلاق محمدیہ کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں نصب حجر اسود کے موقع پر اہل مکہ صادق وامین کے جذبہ امن و آشتی اور حکم وسیاست کا مظاہرہ فرما چکے تھے، جبکہ قریش میں سخت کشمکش پیدا ہوگئی تھی۔ اس عقدہ لاینحل کو محمد رسول اللہ نے اپنے ناخن تدبیر سے ذرا سی دیر میں سلجھا دیا تھا۔ یہاں تک کہ سب کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ آواز نکلی تھی کہ ”یہ امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔“

خاص بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل وقتی نہ تھا آپ کا اخلاق کریمانہ ہر آن وہر کام یہی رہا۔

جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شریق نے تخلیہ میں ابوجہل سے پوچھا کہ محمد کے متعلق دل کی بات بتاؤ! تو ابوجہل نے جواب دیا کہ:

محمد بلاشبہ سچے نبی ہیں، لیکن اگر نبوت دوسرے قبیلے کے حصہ میں آجائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ جائے گا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کے معترف تو سب ہی تھے۔ چنانچہ جب آپ پر پہلی وحی غار حرا میں نازل ہوئی تو آپ نے گھر آکر حضرت خدیجہؓ سے کچھ اندیشوں کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اخلاق وکردار کی کھلی شہادت دیتے ہوئے جو کچھ فرمایا تھا اس کا مفہوم یہ تھا: ”اے محمد آپ بالکل خائف نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، بلکہ آپ تو کی بنائے جا رہے ہیں۔“

سر ولیم میور نے لکھا ہے، جس کا ترجمہ یوں ہے:

”یہود نے، ان لوگوں کو بڑی حیرت سے دیکھا، جنہیں شرک والحاد کی غلاظتوں پر تامل کرتے اور بت پرستی سے ہٹانے کی سخت ناکام کوششیں وہ نسلاً بعد نسل کرتے چلے آئے تھے، وہی لوگ اب یکا یک اور برضا ورغبت اپنے بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک سچے خدا پر ایمان کا اظہار کر رہے ہیں۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تخاطب کے سلسلہ میں ایک اہم پہلو، یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم وتلقین کے لئے جو زبان اور انداز اختیار کیا، وہ انتہائی مؤثر اور دلنشین تھا، کلام میں نامانوس الفاظ، پیچیدہ عبارات، قواعد صرف ونحو اور محاورات عام کی مخالفت، دور از کار استعالات بعید از فہم تلمیحات، غیر واضح تشبیہات و کنایات اور جملوں کی ترکیب وترتیب میں اینچ پینچ بالکل نہیں تھا، بلکہ انداز بیان اور کلام بالکل صاف، آسان، عام فہم، شائستہ، پاکیزہ اور مختصر، کلام میں انسان کے اعلیٰ جذبات سے اپیل موجود ہے، جھوٹوں اور کاذبوں کی طرح تصنع اور بناوٹ نہیں تھی، اس طرح کلام نے بلاشبہ لاتعداد دلوں کی کایا پلٹ دی۔ کل طیلی کے مصنف الحاج محمد عارف خان، صفحہ ۳۶۸ پر لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد سے جب مدینہ کا قصد کیا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوئے اور تمام مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے، جن میں اکثر زخمی تھے، خود حضور علیہ السلام بھی زخمی تھے۔ آپؐ کے ساتھ چودہ خواتین بھی تھیں، جب یہ قافلہ احد پہاڑ کی گھاٹی میں پہنچا، تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

”یہاں سب صف بستہ ہوجاؤ تاکہ میں اپنے خدا کی حمد وثنا کروں“ صف بندی کے لئے آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ آپ ایک نظام کو پسند فرماتے تھے، اسی طرح آپؐ کی ساری زندگی بھی ایک نظام کے تحت گزری اسلام نام ہے ایک نظام اور ڈسپلن کا۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اس خدائی ڈسپلن کا پابند بنائے۔ آمین! (جاری)

مناقب

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں عباسؓ سے ہوں، یہ غایت محبت کے الفاظ ہیں۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عباسؓ سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ آپ بے انتہا سخی اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عباس بن عبدالمطلب قریش کے اعلیٰ درجہ کے سخی لوگوں میں سے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ (الاصابہ، ص:۲۶۲)

حضرت عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص صلوٰۃ التسبیح کی تعلیم دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ نماز ہے کہ جس کے پڑھنے سے آپ کے اگلے، پچھلے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ جب قحط میں مبتلا ہوگئے تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو بارش فوراً شروع ہوجاتی۔

حضرت عباسؓ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دنیائے اسلام میں آپ کی مقبولیت اس قدر ہے کہ تمام فرق اسلامی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت

احمد الدین صادق

مسئلہ ختم نبوت ان مسائل بدیہیہ میں سے ہے کہ جن پر دلائل و براہین کی جسارت کرنا درحقیقت انہیں اکتساب ونظر کے سانچے میں ڈالنے کے مترادف ہے، مگر آج سے چودہ سو سال پہلے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا:

''لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی۔''

ارباب نظر وفکر اور وارثان علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو چیز ابتدا کی صفت سے متصف ہو وہ انتہا کی صفت سے بھی موصوف ہوتی ہے، جب رب کائنات نے قصر نبوت کی تعمیر کی ہے تو اس کا اختتام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر فرمایا ہے، جس کی تائید خود آقا نے یوں فرمائی ہے:

''فجئت انا فاتممت تلک اللبنۃ۔''

ترجمہ: ''میں نے آکر قصر نبوت کی تکمیل کی ہے۔''

قرآن کریم کی ننانوے آیات، دو سو دس احادیث نبویہ، اجماع صحابہؓ وتابعینؒ، اجماع فقہاء ومحدثین ختم نبوت کی عکاسی کرتا ہے۔

مولانا قاضی سلمان منصور پوری اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' میں رقم طراز ہیں:

''پورے اسلام کی نشر واشاعت میں کی و مدنی زندگی میں دو سو انسٹھ صحابہ شہید ہوئے ہیں، مگر جب ختم نبوت کی باری آتی ہے، تو یمامہ کے میدان میں بارہ سو صحابہ کرامؓ نے جان کا نذرانہ دے کر اعلان کیا ہے:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں
فقط اک نام محمدؐ سے محبت کی ہے

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا کمال منصب نبوت دو چیزوں سے مزین نظر آتا ہے۔ پہلے نمبر پر ماقبل کے انبیاء کی تصدیق کرنا، دوسرے نمبر پر مابعد نبی آنے والے کی خوشخبری دینا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آکر اعلان کرتے ہیں:

''انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔''

مگر میرے آقا کا کمال منصب نبوت اعلان ختم نبوت پر ہوتا ہے۔ رب کائنات نے فرمایا:

''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔''

رب کائنات نے ابوۃ کی نفی کر کے آپ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر باپ کا فرزند ارجمند اپنے باپ کے منصب کا جانشین ہوا کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اگر پیغمبر ہیں تو بیٹا اسحاق اور اسماعیل بھی پیغمبر ہیں۔ اگر اسحاق علیہ السلام پیغمبر ہیں تو بیٹا یعقوب علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں، اگر یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں تو بیٹا یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں، لیکن باری جب میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی آتی ہے تو پھر ضابطہ بدل جاتا ہے، رب نے اس قاعدہ کو ختم فرمادیا۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں:

''لو قدر ان یکون بعدہ نبی لعاش ابراھیم۔''

اس کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے امام المفسرین ابوجعفر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''الذی ختم النبوۃ فطبع علیہا فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعۃ۔''

امام راغب اصفہانیؒ مفردات القرآن صفحہ ۱۴۲ پر رقم طراز ہیں:

''خاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ۔''

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''فھذہ الآیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ۔''

سید محمود آلوسیؒ صاحب ''روح المعانی'' میں لکھتے ہیں:

''المراد بکونہ خاتمہ انقطاع حدوث وصف النبوۃ۔''

واضح ہوگیا ختم نبوت کا اختتام ہوتا ہے تو میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر ہوتا ہے۔

وصال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین اہم مسائل پیش آتے ہیں:

پہلا مسئلہ: مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا مسئلہ ہے۔

دوسرا مسئلہ: جیش اسامہ کی روانگی کا مسئلہ ہے۔

تیسرا مسئلہ: تحفظ ختم نبوت کا ہے۔

مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا اختلاف پایا جاتا ہے، جیش اسامہؓ کو بھیجنے کے مسئلے پر اختلاف پایا جاتا ہے، مگر سب سے پہلا اجماع صحابہ کرامؓ ختم نبوت کے مسئلے کے بارے میں ہوا تھا۔

چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنی کتاب لطیف "خاتم النبیین" میں رقم طراز ہیں:

"اول اجماع کہ در امت منعقد شد اجماع بر قتل مسیلمہ کذاب بسبب او دعوائے نبوۃ بود۔"

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب اپنی کتاب "ختم نبوت" میں لکھتے ہیں:

"سب سے پہلا اجماع صحابہ کرامؓ ختم نبوت کے مسئلے پر ہوتا ہے۔"

مولانا ادریس کاندھلویؒ اپنی کتاب "مسک الختام فی ختم نبوت سید الانامﷺ" میں لکھتے ہیں:

"امت کا سب سے پہلا اجماع مدعی نبوت کے واجب القتل ہونے پر ہوتا ہے۔"

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"لن تجتمع امتی علی الضلالۃ"

ترجمہ: "میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا ہے۔"

یہ تمام تصریحات، توضیحات اور تشریحات میرے پیغمبرﷺ کی ختم نبوت کی عکاسی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بنادے۔ آمین۔

ایک وزیر کی دعا

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی عیش سے کٹ جائے خدایا میری

ہو میرا کام زمانے میں وزارت کرنا
اسی منصب اسی کرسی کی عبادت کرنا

گالیاں سن کر بھی نہ ہو دل پریشان میرا
کسی جلسے میں نہ ہو چاک گریباں میرا

قوم بھوکی رہے ننگی بیمار رہے
مگر ہاں میری سواری کو نئی کار رہے

ہو الیکشن میں ہمیشہ میرا پلہ بھاری
اور ہو قوم سے پوشیدہ میری ہر عیاری

میرے قبضے میں سدا ملک کی جاگیر رہے
قوم کے لب پہ فقط نعرۂ تکبیر رہے

شب کراچی میں کٹے صبح ہو لندن میں
اک گھڑی چین میرا ہو اور اک گھڑی اردن میں

بے کسوں اور ضعیفوں کی ہو شامت ہر دم
ہاں مگر میری وزارت ہو سلامت ہر دم

اہل دولت کی سدا مجھ کو محبت کردے
میرے مالک میری رگ رگ میں سیاست بھردے

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض جھوٹے دعاوی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو مسلمان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

دنیا میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں' لیکن مرزائی فرقہ ایک عجیب چیستان ہے کہ اس کے دعوے اور عقیدے کا پتا آج تک خود مرزائیوں کو بھی نہیں لگا' جس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ اس فرقے کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنے وجود کو دنیا کے سامنے ایک لاینحل معمے کی شکل میں پیش کیا اور ایسے متناقض اور متضاد دعوے کئے کہ خود ان کی امت بھی مصیبت میں ہے کہ ہم اپنے گرو کو کیا کہیں؟ کوئی تو ان کو مستقل صاحب شریعت نبی کہتا ہے' کوئی غیر تشریعی نبی مانتا ہے' اور کسی نے ان کی خاطر ایک نئی قسم کا نبی لغوی تراشا ہے اور ان کو مسیح موعود' مہدی اور لغوی یا مجازی نبی کہتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے مرزا قادیانی کا وجود ایک ایسی چیستان ہے' جس کا حل نہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں جو کچھ اپنے متعلق لکھا ہے' اس کو دیکھتے ہوئے یہ متعین کرنا بھی دشوار ہے کہ مرزا قادیانی انسان ہیں یا اینٹ' پتھر؟ مرد ہیں یا عورت؟ مسلمان ہیں یا ہندو؟ مہدی ہیں یا حارث؟ ولی ہیں یا نبی؟ فرشتے ہیں یا دیو؟ جیسا کہ دعاوی مندرجہ (ذیل) سے معلوم ہوتا ہے۔

مرزائیوں کے تمام فرقوں کو کھلا چیلنج؟

دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مرزائی امت کے فرقے مل کر قیامت تک یہ بھی متعین نہیں کر سکتے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ کیا ہے؟ اور وہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟ دنیا سے اپنے آپ کو کیا کہلوانا چاہتا ہے؟ لیکن جب ہم ان کی تصانیف کو غور سے پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دعاوی میں یہ اختلاط و اختلاف بھی ان کی ایک گہری چال ہے۔ وہ اصل میں خدائی کا دعویٰ کرنا چاہتا تھا' لیکن سمجھا کہ قوم اس کو تسلیم نہ کرے گی' اس لئے تدریج سے کام لیا' پہلے خادم اسلام مبلغ بنے' پھر مجدد ہوئے' پھر مہدی ہوگئے اور جب دیکھا کہ قوم میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ان کے ہر دعوے کو مان لیں' تو پھر کھلے بندوں' نبی' رسول' خاتم الانبیاء' وغیرہ سبھی کچھ ہوگئے' اور ''ہونہار مرد'' نے اپنے آخری دعوے خدائی کی بھی تمہید ڈال دی تھی' جس کی تصدیق (قادیانی کتب میں) عبارات سے بخوبی ہوتی ہے۔ لیکن قسمت سے عمر نے وفا نہ کی' ورنہ مرزائی دنیا کا خدا بھی نئی روشنی اور نئے فیشن کا بن گیا ہوتا' خود مرزا قادیانی کی عبارات ذیل میں اس تدریجی ترقی اور اس کے سبب پر ہمارے دعوے کی گواہ ہیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت' ایک وحی الٰہی' ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۳' خزائن ج۲۱ ص۶۸)

پھر کہتے ہیں کہ علاوہ اس کے اور مشکلات یہ معلوم ہوتی ہیں کہ بعض امور اس دعوت میں ایسے تھے کہ ہرگز امید نہ تھی کہ قوم ان کو قبول کر سکے' اور قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے۔

نیز حقیقت الوحی کی عبارت ذیل' بھی خود اس تدریجی ترقی کی شاہد ہے' جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مرزا قادیانی ختم نبوت کے قائل تھے اور کسی نبی کا پیدا ہونا جائز نہ کہتے تھے' اور اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے' بعد میں ارزانی غلہ نے نبی بنا دیا' لکھتے ہیں:

''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی تھے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کے متعلق ظاہر ہوتا تھا تو میں' اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا' مگر بعد میں جو خدائے تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی' اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۹/۱۵۰ روحانی خزائن ج۲۲ ص۱۵۳' ۱۵۴)

اس کے بعد ہم مرزا قادیانی کے دعاوی خود ان کی تصانیف سے مع حوالہ صفحات نقل کرتے ہیں' جو

متعدد کتابوں اور مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ بغرض اختصار عبارات تو ان میں سے ایک ہی نقل کردی گئی ہے باقی کے حوالہ صفحات درج کیے گئے ہیں۔

۱: مبلغ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ:

’’یہ عاجز مولف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی اور غربت اور تذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج اول ص:۲۳)

۲: مجدد ہونے کا دعویٰ:

اب بتلائیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔ (ازالہ اوہام ص۱۵۴ خزائن ج ۳ ص ۱۷۹ ملخص)

۳: محدث ہونے کا دعویٰ:

’’اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص ۱۸ خزائن ج ۳ ص ۶۰، ازالہ اوہام ص۵۸۷ خزائن ج ۳ ص۴۱۶)

۴: امام زماں ہونے کا دعویٰ:

’’میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا۔‘‘ (ضرورۃ الامام ص ۲۶ خزائن ج ۱۳ ص۴۹۷)

۵: خلیفۃ الٰہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ:

’’میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۷۶ روحانی خزائن ج ۲۲ ص۷۹)

۶: مہدی ہونے کا دعویٰ:

اشتہار معیار الاخیار وریویو آف ریلجنز نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ میں نیز یہ دعویٰ مرزا قادیانی کی اکثر تصانیف میں بکثرت موجود ہے اس لئے نقل عبارت کی حاجت نہیں۔

۷: حارث مددگار مہدی ہونے کا دعویٰ:

’’واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حارث ماورائے نہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا۔ جس کی امداد ونصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۹۷ روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۴۱)

۸: نبی امتی اور بروزی وظلی یا غیر تشریعی ہونے کا دعویٰ:

’’اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس سے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔‘‘

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۱۱ روحانی خزائن ج۱۸ ص ۲۱۵)

۹: نبوت ورسالت ووحی کا دعویٰ:

’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۱ خزائن ج۱۸ ص ۲۳۱)

’’حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔‘‘

(براہین احمدیہ ص ۴۸۹)

نیز یہی مضمون اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ اور نزول المسیح صفحہ ۹۹ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۷ میں بکثرت موجود ہے۔

۱۰: اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ:

’’میں خدا کی تیئس برس کی متواتر وحی کو کیسے رد کر سکتا ہوں میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ ایضاً صفحہ ۲۱۱ خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲، ص ۲۲۰ انجام آتھم ص ۶۲ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۱۱: سارے عالم کے لئے مدار نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی امت کے سوا امت محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر وجہنمی ہیں:

’’کفر دو قسم پر ہے: ایک کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا ورسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۱۷۹ خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

’’اور اس بات کو تقریباً نو برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی دی گئی۔‘‘

(اربعین نمبر ۳ حاشیہ خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۱ حاشیہ)

یہی دعویٰ سیرت الابدال انجام آتھم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور (مرزا قادیانی) کہتے ہیں کہ: ’’اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا۔‘‘ (اربعین نمبر ۴ ص ۶ خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵) ☆☆☆

مصارف ومسائلِ زکوٰۃ

مفتی عبدالقیوم دین پوری

☆...... مسلمان فقیر‘ مسکین جو کہ ہاشمی نہ ہو‘ اس کے پاس گزر اوقات کے لئے ضروریات زندگی‘ روٹی‘ مکان اور کپڑے کا انتظام تو ہو‘ لیکن ضرورت کی حد تک نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا‘ نقد رقم‘ مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان نہ ہو۔

☆...... قرض دار آدمی جس کے پاس قرض ادا کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

☆...... وہ نادار نو مسلم جن کی دلجوئی کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔

☆...... وہ مسافر جس کے پاس ضرورت پوری کرنے کی رقم نہیں اور نہ ہی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے وطن سے رقم منگوانے کی کوئی صورت ہو۔

☆...... غلام آزاد کرنے میں۔

☆...... وہ مجاہد جو اپنے فقر و ناداری کی بنا پر جہاد سے رک گیا ہو‘ یا وہ حاجی جس کے اخراجات ختم ہو جانے یا ضائع ہو جانے کی بنا پر حج کرکے واپس نہ آسکتا ہو‘ یا حج کے راستے ہی میں رک گیا ہو۔

☆...... زکوٰۃ کے یہ مصارف ہیں‘ اس کے علاوہ کسی اور جگہ زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں۔

☆...... کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

☆ لہٰذا جن مدارس عربیہ یا جن اداروں‘ انجمنوں اور ٹرسٹوں کے پاس مذکورہ بالا مصارف میں زکوٰۃ‘ فطرہ و دیگر صدقات واجب خرچ کرنے کا انتظام اور اہتمام ہے‘ ان مدارس عربیہ یا اداروں اور انجمنوں میں زکوٰۃ کا جمع کرنا جائز ہوگا۔

☆...... جن مدارس‘ اداروں‘ انجمنوں اور ٹرسٹوں کے پاس مذکورہ بالا مصارف میں زکوٰۃ ادا کرنے اور خرچ کرنے کا انتظام اور اہتمام نہیں ہے ان مدارس‘ اداروں اور انجمنوں میں زکوٰۃ‘ صدقہ فطر اور اسی طرح دوسرے صدقات واجبہ کا دینا جائز نہیں‘ اگر کسی نے ایسے اداروں میں زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

☆...... زکوٰۃ مستحق اور نادار اشخاص و افراد کو اس کا مالک بنا دینے سے ادا ہوتی ہے۔

☆...... اس لئے اسکول‘ کالج‘ ہسپتال‘ مساجد‘ پل‘ سڑک کی تعمیر اور ان رفاہی کاموں میں جہاں پر شخصی تملیک نہیں ہوتی‘ زکوٰۃ دینا جائز نہیں‘ ایسی جگہ زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

☆...... زکوٰۃ کی رقم سے مساجد کے ائمہ‘ ملازمین‘ مدارس کے اساتذہ و ملازمین‘ ہسپتالوں کے ڈاکٹرز اور دیگر عملہ کی تنخواہ دینا بھی جائز نہیں۔

☆...... مستحق مریضوں کو دواؤں‘ ڈاکٹر کی فیس وغیرہ کے لئے انہیں زکوٰۃ کی رقم بھی دی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ کی مد میں دوائیاں بھی۔

☆...... زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ کی رقم یا اشیاء اپنے اصول یعنی ماں‘ باپ‘ دادا‘ دادی‘ نانا‘ نانی اور اس سے اوپر والوں کو نہیں دے سکتا‘ اسی طرح اپنے فروع یعنی اولاد‘ اولاد کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا‘ کیونکہ ان لوگوں کی کفالت‘ جب کہ وہ نادار ہوں‘ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور جس کی کفالت واجب ہو‘ اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

☆...... اپنے اصول و فروع کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے‘ مثلاً: چچا اور ان کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ بھائی اور بھائی کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ بہن اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ خالہ اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ پھوپھی اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ ماموں اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ غرض دیگر سب رشتہ داروں کو جب کہ وہ مستحق ہوں‘ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے‘ بلکہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں اس لحاظ سے زیادہ ثواب ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی پائی جاتی ہے۔

☆...... دین اور دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے والے مستحق لوگوں کو زکوٰۃ و دیگر صدقات دینے کا سب سے زیادہ ثواب ہے‘ ایک تو مستحق و نادار ہونے کی بنا پر‘ دوسرے دین کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت کی بنا پر اور تیسرے تعلیم و تعلم میں مشغول افراد پر خرچ کرنے سے صدقہ جاریہ کا ثواب ملتا ہے۔

☆...... زکوٰۃ کی رقم ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا بلاکراہت جائز ہے جبکہ دوسرے صوبہ یا دوسرے ملک کے مستحق افراد زیادہ ضرورت مند اور زیادہ محتاج ہوں‘ اس لئے بعض لوگ جو علی الاطلاق دوسرے صوبہ یا دوسرے ملک میں زکوٰۃ کی منتقلی کو مکروہ سمجھتے ہیں‘ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔

☆☆ ...... ☆☆

قرآن وسنّت فقہ اور علوم عالیہ کے

شائقین اور طلبہ کے لئے خوشخبری

مجدّدِ عصر، قطبِ دوراں، قیوم زماں

حضرت مولانا **ابوسعد احمد خان** رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی

کی قائم فرمودہ عظیم روحانی علمی اور تربیتی درسگاہ

جامعہ عربیہ سعدیہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں بحمد للہ تعالیٰ درس نظامی کی

مکمل تعلیم وتدریس اور فارسی تا دورۂ حدیث شریف کا اجراء

نئے تعلیمی سال ۱۴۳۲ھ سے جامعہ ہذا میں کہنہ مشق تجربہ کار اور ماہرفن اساتذہ ومدرسین تشنگانِ علوم دینیہ کو علوم ومعارف سے سیراب فرمائیں گے۔

علم وعمل کی جامعیت، شریعت وطریقت کی واقفیت، ظاہر وباطن کی تربیت اور خانقاہ سراجیہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی وعلمی درسگاہ سے فیض یاب ہونے کیلئے رمضان المبارک اور شوال المکرم ۱۴۳۲ھ کے اوائل میں رابطہ فرمائیں تاکہ داخلہ یقینی ہوسکے۔

رابطہ کیلئے فون: 0300-6091121

شعبہ نشرواشاعت

جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجیے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تا کہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا **عبدالمجید لدھیانوی** صاحب
امیر مرکزیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب
نائب امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ **خواجہ عزیز احمد** صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا **عزیز الرحمن** جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4783486, 061-4583486 اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 021-32780337 فیکس: 021-32780340 اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ